اسلام میں مسیح

CHRIST IN ISLAM

BY REV.W.GOLDSACK

1945

www.noor-e-hayat.com

CHRIST IN ISLAM

By Rev.W.Goldsack

1871–1957

اسلام میں مسیح

از

علامہ پادری ڈبلیو۔ گولڈسیک صاحب

پنجاب رلیجس بُک سوسائٹی

انکارکلی—لاہور

1945

The Punjab Religious Book Soceity,

Anarkali, Lahore.

اسلام میں سیدنا مسیح

دیباچہ

حمد لا محدود خدائے عزوجل وحدہ لاشریک رؤف الرحیم ورب العالمین کے لئے ہے۔ جس نے انبیاء ومرسلین کو مبعوث فرما کر انسان ضعیف البنیان پر اپنی پاک مرضی کا اظہار کیا اور اپنے کلام کے وسیلہ سے راہِ حیات دوام کی ہدایت فرمائی۔

ہمارا ارادہ ہے کہ اس رسالہ میں تمام انبیاء میں سے عیسیٰ مسیح کو منتخب کر کے قرآن اور احادیث سے دکھائیں کہ نبی ناصری اسلام میں کیا رتبہ رکھتے تھے۔ ہمارے مسلمان بھائی اکثر اوقات "عیسیٰ روح اللہ" کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن جو رتبہ اُنہیں قرآن اور احادیث میں دیا گیا ہے۔ بہت ہی تھوڑوں کو اس کا کچھ خیال ہے۔ لہذا اب ہم دیکھیں گے کہ کتب اسلام مسیح کے حق میں کیا شہادت دیتی ہیں اور اس شہادت کو بناء پر اسلام پر کیا فرض ٹھہرا ہے۔ قرآن میں مسیح کے القاب و معجزات اور کام ایسے اور اس قدر درج ہیں اور اس میں ایسی بڑی بڑی پیشین گوئیاں پائی جاتی ہیں کہ وہ نہایت صفائی اور صراحت کے ساتھ تمام انبیاء سے افضل و برتر ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ ایسے القاب و معجزات کسی اور نبی سے کہیں منسوب نہیں ہیں۔ مثلاً عیسیٰ مسیح قرآن میں کلمتہ اللہ اور روح منہ اور المسیح وغیرہ کے القاب سے ملقب ہے۔ کوئی اور نبی ان القاب سے ممتاز نہیں ہوا۔ پس ان باتوں سے ہم پر فرض ٹھہرتا ہے کہ مسیح کی ذات کے بارہ میں تحقیقات کریں ہر طرح کے پُرانے تعصب اور بے بنیاد یونہی مانے ہوئے خیالات کو چھوڑ کر ہم قرآن اور احادیث کی شہادت پر غور کریں اور دیکھیں کہ اس از حد ضروری اور اہم مسئلہ پر قرآن اور احادیث سے کیا روشنی پڑتی ہے۔

اسلام میں مسیح

پہلا باب

مسیح اسرائیلی

پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہودی قوم جس میں عیسیٰ مسیح پیدا ہوا از روئے قرآن روئے زمین کی تمام دیگر اقوام پر فضیلت رکھتی ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ کی ۴۶ آیت میں مرقوم ہے یَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ یعنی اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر بھیجی اور تحقیق میں نے تم کو تمام عالمین پر فضیلت بخشی)اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سرور انبیاء کے لقب کا حقدار ضرور بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہیے۔ کیونکہ امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ " لفظ عالمین" کے مفہوم میں خدا کی ذات کے سوا تمام مخلوقات شامل ہے پس اب مقامِ غور ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیل کی مانند اس لقب کا مستحق کون ہے؟قرآن صرف اسی کو کلمتہ اللہ اور روح منہ کہتا ہے۔

پھر سورہ عنکبوت کی ۲۶ آیت میں مرقوم ہے وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ یعنی ہم نے اس کو اسحاق ویعقوب دیئے اور نبوت وکتاب کا انعام ہم نے اس کی نسل میں رکھا)اس میں توذرا بھی شک نہیں کہ قرآن میں انبیاء کی جس جماعت کی طرف اشارہ ہے۔ وہ زیادہ تر اسحاق کی اولاد میں سے تھے۔ اسماعیل کی اولاد میں سے ایک بھی نہیں تھا اور اس کا سبب بھی صاف ظاہر ہے کیونکہ بائبل اور قرآن دونوں کے بیان کے مطابق خدا کا انعام اور وعدہ کا فرزند اسحاق ہی تھا اسماعیل تو ابراہیم کی کنیزہ ہاجرہ کا بیٹا تھا اور قرآن اس کو انعام الٰہی بیان نہیں کرتا بلکہ بخلاف اس کے مندرجہ بالا آیات نہایت صفائی اور صراحت سے ثابت کرتی ہے کہ خدا نے نبوت وکتاب کے انعام کو اسحاق کی نسل کے لئے مخصوص کیا۔ لہذا قرآن توریت کے بیان سے بالکل مطابقت رکھتا ہے۔ پیدائش کی کتاب کے ۲۶ویں باب کی چوتھی آیت میں مرقوم ہے کہ " تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پائینگی"۔ ہم اپنے مسلمان احباب سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ بائبل یا قرآن میں کہیں یہ لکھا دکھا سکتے ہیں کہ خدا نے اسماعیل کی نسل کی طرف اشارہ کرکے ابراہیم سے کہا کہ میں نبوت وکتاب کا انعام تیری اولاد کو دوں گا؟ کیا قرآن کی مذکورہ بالا آیات سے معلوم نہیں ہوتا کہ بنی اسرائیل اسحاق کی نسل سے ہیں اور کیا یہ اظہر من الشمس نہیں کہ عیسیٰ مسیح ابنِ مریم بنی اسرائیل میں سے ہے؟ پس مسیح کی قومیت ہی اُسے حضرت محمد یا اسماعیل کے

کسی اور فرزند سے کہیں بزرگ وبرتر قرار دیتی ہے۔اس کے ساتھ ہی جب ہم مسیح کے ان القاب کا جو قرآن میں مندرج ہیں خیال کرتے ہیں تو اس کی شان دیگر انبیا سے نہایت ہی اعلیٰ وارفع نظر آتی ہے۔

دوسرا باب

مسیح کی پیدائش

اب ہم دوسری بات یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن میں مسیح کا سب سے عام نام "عیسیٰ ابن مریم " ہے۔دیکھو سورہ عمران آیت ۴۶۔۱۵ اگر قرآن کا بغور مطالعہ کیا جائے تو نہ صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ قوم بنی اسرائیل جس میں مسیح پیدا ہوا روئے زمین کی تمام دیگر اقوام پر فضیلت رکھتی ہے بلکہ یہ بھی کہ خدائے تعالیٰ نے عیسیٰ کی ماں مریم مطہرہ کو بھی تمام خاتونانِ جہان سے برگزیدہ کیا اور اُن پر فضیلت بخشی چنانچہ سورہ عمران کی ۴۲ آیت میں مرقوم ہے

يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ یعنی اے مریم بیشک اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاک کیا اور تجھے تمام جہان کی مستورات میں سے چن لیا) کیا اس سے یہ بات بخوبی ظاہر نہیں ہوتی کہ اس کا بیٹا عیسیٰ سب سے بڑا نبی ہونے والا تھا؟ کیسی خوبصورتی سے اس کی اس وعدہ سے تطبیق ہوتی ہے جو خدا نے اسحاق سے کیا کہ " تیری نسل سے دنیا کی ساری قومیں برکت پائیں گی" جیسا کہ ہمارے مسلمان احباب اکثر کہا کرتے ہیں کہ اگر آخری اور سب سے بڑے نبی حضرت محمد ہو توں کیا" خدا نے تجھ کو تمام جہان کی مستورات میں سے چن لیا"۔کا جملہ بجائے مریم کے حضرت محمد کی ماں آمنہ کے حق میں نہیں ہونا چاہیے ؟اب ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن میں لفظ عیسیٰ کیا معنی رکھتا ہے ؟اس سوال کا جواب انجیل شریف میں تو مل سکتا ہے۔کیونکہ انجیل متی کے پہلے باب کی اکیسویں آیت میں عیسیٰ کا ترجمہ "بچانے والا " ہے۔چنانچہ مرقوم ہے "تو اس کا نام یسوع (عیسیٰ) رکھیگا کیونکہ وہ خدا اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچائے گا" جب مسلمان بھائیوں کے سامنے مسیح کے دعاوی کو زور سے پیش کیا جاتا ہے تو اکثر یو کہتے ہیں کہ " ہم بھی مسیح پر ایمان رکھتے ہیں " لیکن کیا وہ کبھی اس کے اس نام کے معانی پر غور کرتے ہیں ؟ جب مسلمان قرآن میں مسیح کی معجزانہ پیدائش کا بیان پڑھتے ہیں کہ وہ کیونکہ خدا کی قدرت کاملہ سے کنواری مریم سے پیدا ہوا تو کیا اُنہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ اس معجزانہ پیدائش کا کیا مطلب ہے ؟ سورہ مریم کی ۱۹ آیت سے ۲۲ آیت تک یوں مرقوم ہے **قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا قَالَ كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا فَحَمَلَتْهُ** یعنی جبرائیل نے کہا میں یقیناً تیرے خدا کی طرف سے تجھے ایک پاکیزہ بیٹا بخشنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔مریم نے کہا

میرے ہاں بیٹا کیونکہ ہو سکتا ہے جبکہ کسی مرد نے مجھے نہیں جانااور میں بدکار نہیں ہوں؟ فرشتہ نے کہا تیرا خدا ایسا فرماتا ہے کہ یہ بات مجھ پر آسان ہے ہم اس کے لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت باوینگے یہ بات مقدر ہو چکی ہے۔ پس وہ حاملہ ہو گئی)۔

تمام جہان میں کوئی اور نبی ایسے معجزانہ طور سے پیدا نہیں ہوا۔ بیشک حضرت آدم کو خدا نے بے ماں باپ پیدا کیا لیکن ابتدا میں ایسا کرنا ضروری تھا۔ عیسیٰ کی پیدائش ہم دیکھتے ہیں کہ خدا نے اپنے مقرر کردہ قانونِ قدرت کے بر خلاف اور اس سے بڑھ کر عمل کیا تاکہ مسیح کنواری سے پیدا ہو۔ خدا کا یہ فعل ہر گز بے معنی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہم جانتے ہیں کہ اس سے مسیح کے اس خاص رشتہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اس کے سوا کوئی دوسرا نبی خدا سے نہیں رکھتا۔ انجیل شریف میں جو مسیح کی پیدائش کا بیان مندرج ہے اس کے مطالعہ سے اس رشتہ کی حقیقت صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ انجیل لوقا کے پہلے باب کی ۳۱، ۳۲آیت میں مرقوم ہے کہ جبرائیل فرشتہ نے آکر مریم سے کہا دیکھ تو حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اس کا نام یسوع (عیسیٰ) رکھنا وہ بزرگ ہو گا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اُس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ کو اس کی معجزانہ پیدائش کے سبب سے "ابن اللہ" کا بڑا لقب ملا ہے۔ یہ ایک معقول اصطلاح ہے جس سے ایک خاص رشتہ ظاہر ہوتا ہے اور کلمۃ اللہ بھی ایسی ہی اصطلاح ہے جو قرآن میں عیسیٰ کے حق میں استعمال کی گئی ہے۔ ان دونوں اصطلاحوں میں سے ایک بھی محض لفظی ولغوی معنوں میں نہیں لی جا سکتی جسمانی ابنیت کے خیال کیلئے ہر گز گنجائش نہیں ہے لیکن حضرت محمد خود اور بہت سے ان کی پیروی کرنے والے اس سخت غلطی کے گڑھے میں گرتے ہیں اگر غور سے قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت محمد نے مسیح کی الٰہی ابنیت کی مسیحی تعلیم کو جسمانی رشتہ پر محمول کیا چنانچہ سورہ انعام کی ۱۰۱ آیت میں لکھا ہے۔ **بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ** یعنی وہ زمین وآسمان کا خالق ہے اس کی اولاد کیونکہ ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں" اور پھر سورہ مومن کی بانولویں آیت میں مندرج ہے **مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ** (خدا کے لئے کوئی بیٹا بیٹی نہیں) ایک بنگالی مسلمان نے اسی قسم کی غلط فہمی کی بنیاد پر ایک کتاب لکھی اور اس میں بڑی کوشش سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مسیح خدا کا (جسمانی) بیٹا نہیں ہو سکتا۔ لیکن کوئی مسیحی بھی اس کو جسمانی بیٹا نہیں کہتا کیونکہ جسمانی انبیت کی تعلیم مسیحیوں کے نزدیک بھی ایسی ہی گھناؤنی اور نفرت انگیز وکفر آمیز ہے۔ جیسے کہ کسی اہل اسلام کیلئے ہو سکتی ہے۔ مسیح کی ابنیت پر حضرت محمد کا اعتراض یقیناً اس بنا پر تھا کہ ابنیت کا اقرار خدا کی توحید کی تعلیم کے بر خلاف ہے لیکن اگر اس مسئلہ کو ٹھیک طور سے سمجھ لیا جائے تو اس سے توحید پر مطلق حرف نہیں آتا۔ اہل اسلام کی طرح مسیحی بھی خدا کو وحدہ ولا شریک مانتے ہیں خدا کے بیٹے بیٹیاں ماننا جاہلوں اور بے دینوں کا اعتقاد ہے قرآن میں اسکا اس موقعہ پر ذکر ہے جہاں لکھا ہے کہ بعض اہل عرب خدا سے بیٹیاں منسوت کرتے تھے"۔

یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ مسیح کی ابنیت پر لکھتے وقت مسیحی مصنفین نے کہیں بھی لفظ "ولد" کا استعمال نہیں کیا کیونکہ "ولد" جسمانی رشتہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ بلکہ اُنہوں نے ہر جگہ لفظ "ابن" لکھا ہے جو عربی زبان میں غیر جسمانی اور روحانی معنوں میں بھی اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت

محمد نے مندرجہ بالا آیات میں اس بات پر زور دیا ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا یعنی "ولد" نہیں ہو سکتا ہے لیکن مسیحی اعتقاد کو پیش کرتے وقت خاص مستثنیٰ دیانتداری سے لفظ "ابن" استعمال کیا ہے۔ چنانچہ سورہ توبہ کی ۳۰ آیت میں مرقوم ہے۔ **وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ** کہتے ہیں) اس مقام پر مسیحیوں کو یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہے کہ اگر اُسے روح اللہ" کہنا جائز ہے تو "ابن اللہ" کہنا کیوں گناہ ہے؟

قرآن نہ صرف مسیح کی پیدائش کو معجزانہ بیان کرتا ہے بلکہ مسیح کو تمام مخلوقات کیلئے ایک نشان قرار دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ انبیاء کی ۹۱ ویں آیت میں مندرج ہے "**وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِّلْعَالَمِينَ** (ہم نے اس کو (مریم کو) اوراس کے بیٹے کو تمام مخلوقات کے لئے نشان بنایا) اگر ہمارے مسلمان بھائی مسیح کے بارہ میں جسمانی ابنیت کا خیال اپنے دلوں سے دور کردیں تو اصطلاح "ابن اللہ" کے متعلق ان کی مشکل بہت کچھ آسان ہو جائے گی۔ جو مسلمان قرآن اور احادیث کو اچھی طرح سے پڑھتے اور بخوبی سمجھتے ہیں وہ اتنا تو ضرور مانینگے کہ ان کتابوں میں مسیح اور خدا باپ کے ایک ایسے باہمی خاص رشتہ کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں جو کسی اور نبی اور خدا کے درمیان پایا نہیں جاتا مثلاً مشکوات المصابیح میں لکھا ہے کہ "ہر ایک انسان کو اس کی پیدائش کے وقت شیطان چھولیتا ہے۔ لیکن مریم اور اُس کا بیٹا اس سے محفوظ ہیں کیا اس حدیث سے مسیح کا مرتبہ دیگر تمام انبیاء سے اعلیٰ نہیں ٹھہرتا؟ اور اگر یہ حدیث سچی ہے تو کیا اس سے اس امر کی بخوبی تشریح نہیں ہوتی کہ مریم اور اس کا بیٹا کیوں تمام مخلوقات کے لئے نشان مقرر کئے گئے؟"

بعض مسلمان مسیح کو "ابن اللہ" مانتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ تمام مقدس لوگ "ابن اللہ" یا خدا کے بیٹے ہیں۔ اس میں بیشک کچھ سچائی پائی جاتی ہے لیکن یہ سچائی پوری نہیں ہے۔ کیونکہ بائبل نہایت صفائی اور صراحت سے بتاتی ہے کہ مسیح کی ابنیت دیگر مومنین کی سی نہیں ہے چنانچہ انجیل شریف میں عیسیٰ خدا کا اکلوتا بیٹا کہلاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا باپ کے ساتھ اس کا ایسا خاص رشتہ ہے جو کسی اور کا نہیں ہے۔ اگر کوئی تعصب سے خالی ہو کر انجیل شریف کو پڑھے تو ضرور اس حقیقت کا قائل ہو جائے گا۔ چنانچہ عیسیٰ مسیح نے اپنے حواریوں سے پوچھا تم مجھے کیا کہتے ہو؟ شمعون پطرس نے جواب میں کہا "تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے" عیسیٰ نے جواب میں اس سے کہا "مبارک ہے تو شمعون بریونس کیونکہ یہ بات جسم اور خون سے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے" (انجیل متی ۱۶: ۱۵تا۱۷)۔ اگر مسیح بھی ایسا ہی "ابن اللہ" ہوتا اور مومنین "ابن اللہ" ہیں تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ مسیح کے اس جواب کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ علاوہ ازیں ہم جانتے ہیں کہ یہودی لوگ عیسیٰ کو اسی لئے قتل کرنا چاہتے تھے کہ "وہ خدا کو خاص اپنا باپ کہہ کر اپنے آپ کو خدا کے برابر بناتا تھا" (یوحنا ۵: ۱۸)۔ پس اظہر من الشمس ہے کہ "اکلوتے بیٹے" کی اصطلاح عیسیٰ کی ابنیت کو دیگر مومنین کی ابنیت سے مختلف اور بالاتر قرار دیتی ہے کیسی عجیب بات ہے کہ باوجود انجیل شریف کی صاف شہادت کے بہت سے مسلمان مصنفین یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسیح کی ابنیت دیگر مومنین کی ابنیت کی سی ہے لیکن مسیح کی معجزانہ پیدائش کا بیان جو قرآن میں مندرج ہے کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مسیح کا خدا باپ سے ایسا رشتہ ہے جو کسی اور کا نہیں ہو سکتا! اس حقیقت پر قرآن میں تو صرف اشارات پائے جاتے ہیں لیکن انجیل شریف

میں اس کی تعلیم بالکل صاف ہے جہاں مسیح خدا کا "اکلوتا بیٹا" کہلاتا ہے۔ قرآن کسی اور کی ایسی معجزانہ پیدائش کا ذکر نہیں کرتا۔ لہذا بلحاظِ پیدائش قرآن بھی مسیح کو تمام دیگر انبیاء اللہ پر فضیلت اور برتری دینے میں انجیل شریف سے متفق ہے۔

تیسرا باب

عیسیٰ مسیح موعود

پھر تیسری بات ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم قرآن میں المسیح بھی کہلاتا ہے۔ چنانچہ سورہ عمران کی ۴۶ ویں آیت میں مرقوم ہے **اسْمُهُ**

الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ یعنی اس کا نام المسیح عیسیٰ ابن مریم ہے) مسلمان اس جملہ کو اکثر بار بار پڑھتے ہیں لہذا ہم اُن سے بھرپور پوچھتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے ؟ اس کا کیا باعث ہے کہ تمام قرآن میں صرف عیسیٰ کے حق میں ایسے وزنی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں کہ صرف وہی اکیلا "المسیح" کہلاتا ہے ؟ مسیح کی مطلب ہے "مسح کیا گیا" اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ "عیسیٰ" کا ترجمہ "بچانے والا" ہے پس "عیسیٰ المسیح" کا ترجمہ ہوا مسح کیا گیا" بچانے والا یا ممسوح" نجات دہندہ" خود حضرت محمد کے حق میں بھی قرآن میں کوئی ایسا بڑا لقب پایا نہیں جاتا۔ حضرت محمد اپنی نسبت خود کہتے ہیں کہ "میں محض ایک واعظ ہوں" (سورہ عنکبوت کی ۵۰ ویں آیت) اگر اس رسالہ کا پڑھنے والا کچھ تکلیف گوارا کرکے توریت اور زبور کو غور سے پڑھے تو اسے ان کتابوں میں دنیا کے نجات دہندہ مسیح کے حق میں بہت سی پیشین گوئیاں ملیں گی۔ ان پیشین گوئیوں میں سے بہت سی ظاہر کرتی ہیں کہ مسیح تمام دیگر انبیاء سے بزرگ و برتر ہوگا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ اس کی ذات الٰہی ہوگی۔ مثلاً ایک ۱۱۰ زبور کی پہلی آیت میں داؤد نبی مسیح کے بارہ میں پیشین گوئی کرتے وقت کہتا ہے کہ "خداوند نے میرے خداوند سے کہا کہ میری دہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی نہ بنادوں" یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ داؤد نبی زبور میں مسیح کو اپنا خداوند کہتا ہے اور اس سے صاف ظاہر کرتا ہے کہ مسیح انسان سے بڑھ کر اور الٰہی تھا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ سیدنا عیسیٰ نے خود زبور کی مذکورہ بالا آیات کو مسیح کے حق میں استعمال کیا اور اس سے اپنی الوہیت کا ثبوت دیا۔ چنانچہ انجیل متی کے ۲۲ ویں باب کی ۴۱ سے ۴۵ آیت تک میں مرقوم ہے "اور جب فریسی جمع ہوئے تو سیدنا عیسیٰ نے ان سے یہ پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے ؟ انہوں نے آپ سے کہا داؤد کا۔ (۴۳) آپ نے ان سے کہا پس داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے کہ ۔

خداوند نے میرے خداوند سے کہا

میری دہنی طرف بیٹھ

جب تک میں تمہارے دشمنوں کو تمہارے پاؤں کے نیچے نہ کردوں ؟

پس جب داؤد اس کو مولا کہتا ہے کہ تو وہ اسکا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟

پھر یسعیاہ نبی کی کتاب کے ۷ویں باب کی ۱۴ویں آیت میں مسیح کے حق میں یوں مرقوم ہے کہ خداوند تم کو ایک نشان دیگا دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی۔ اور اس کا نام عمانوئیل (خداوند ہمارے ساتھ) رکھیں گے" زبور اور دیگر کتب انبیاء کے بہت سے مقامات سے نہایت صفائی اور صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نبی، کاہن (امام)، اور بادشاہ ہو گا اور ایک عجیب بعید الفہم طور سے لوگوں کے گناہوں کے لئے اپنی جان دے گا۔ چنانچہ یسعیاہ نبی کی کتاب کے ۵۳ویں باب میں مندرج ہے" وہ ہمارے گناہوں کے لئے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا۔ ہماری سلامتی کے لئے اس پر سیاست ہوئی اور اس کے مار کھانے سے ہم نے شفا پائی۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے اور ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی راہ کو پھرا خداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری اس پر لادی"۔

اب مقامِ غور ہے کہ باوجودیکہ یہودیوں نے عیسیٰ کو مسیح موعود نہ جانا۔ مسیح کے حق میں یہ پیشین گوئیاں ان کی کتب مقدسہ میں پائی جاتی ہیں ۔لہذا ہمارے پاس اس بات کا نہایت پختہ ثبوت ہے کہ یہ مقامات جو اس کی الوہیت ثابت کرتے ہیں۔ اُن کتابوں میں مسیحیوں نے داخل کر دیئے ہیں اور یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ یہودیوں نے ان مقامات کو داخل کیا پس لازم ہے جیسے وہ فی الحقیقت ہیں۔ خدا کا کلام تسلیم کر لئے جائیں جو اس حی القیوم نے اپنے برگزیدہ بندگان انبیاء کی معرفت ظاہر فرمایا۔ حق تو یہ ہے کہ یہودیوں نے خود اپنی کتابوں میں مندرجہ بالا مقامات اور ایسے ہی اور بیانات کو دیکھ کر مسیح کی بزرگی و عظمت کے بڑے بڑے خیالات قائم کئے اور اُسے تمام دیگر انبیاء پر ترجیح دی۔ چنانچہ یہودی احادیث، و روایات کی کتابوں میں مسیح کو "آسمان سے بھیجا ہوا بادشاہ" موسیٰ سے بزرگ تر اور فرشتگان سے "بلند پایہ" لکھا ہے۔ کتاب اخنوع میں مسیح "خدا کا بیٹا" بیان کیا گیا ہے۔ حضرت سلیمان کے مزامیر میں اُسے "گناہ سے آزاد"، "خداوند" اور راست بادشاہ وغیرہ بڑے بڑے القاب سے لقب کیا ہے۔ یہودیوں کی ایسی غیر معتبر کتابیں مسیح کے وجود کو ابتدائے عالم سے قدیم تر مانتی ہیں اور اُسے انجام کار آکر دنیا کا انصاف کرنے والا اقرار دیتی ہیں۔ پس اُن باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی لوگ اپنی کتب مقدسہ کو بخوبی سمجھتے تھے اور آنے والے مسیح کی بے نظیر بزرگی و عظمت سے ناواقف نہیں تھے۔ قرآن بار بار عیسیٰ کو مسیح بیان کرتا ہے اور پورے طور سے اسے تمام دیگر انبیاء سے بزرگ و برتر تعلیم کرتا ہے اسے یہ القاب دیتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ عیسیٰ کی ایسی عزت و عظمت کیوں ہے لیکن بخلاف اس کے بائبل میں اس کا پورا بیان ملتا ہے کہ یہ کون ہے جس کو خدا نے اس قدر معزز و ممتاز فرمایا۔

مسلمان مفسرین قرآن بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا بڑا لقب کسی اور کو نہیں دیا گیا۔ لیکن وہ طرح طرح سے کوشش کرتے ہیں کہ اس لقب کے صاف اور لازم نتیجہ سے بچیں۔ مثلاً امام رازی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "عیسیٰ کو مسیح کا لقب اس لئے دیا گیا کہ وہ گناہ کے داغ سے پاک وصاف رکھا گیا" (جبکہ دیگر انبیاء میں سے کسی کو یہ لقب نہیں دیا گیا تو کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب گنہگار تھے) پھر ایک اور مفسر ابو عمرو ابن العلا کہتا ہے کہ لفظ "مسیح" سے "بادشاہ" مراد ہے بیضاوی کہتا ہے "وہ اس لئے مسیح کہلاتا ہے کہ اس میں بلاواسطہ خدائے تعالیٰ کی روح ہے جو ذات و ماہیت میں خدا کے ساتھ ایک ہے" پس ہم صاف دیکھتے ہیں کہ قابل اعتماد و مسلمان مفسرین عیسیٰ کی بزرگی اور فضیلت کے قائل ہیں اور صرف اسی ایک نبی کو "مسیح" کے عالی لقب

کا مستحق مانتے ہیں جس اعلیٰ رتبہ پر قرآن سیدنا عیسیٰ کو بٹھاتا ہے اوراس پر انجیل شریف سے بھی شہادت ملتی ہے چنانچہ مرقوم ہے۔اس لئے خدانے بھی اسے (مسیح کو سرفراز کیااوراسے ایک ایسانام دیاجوسب ناموں سے بلند ہے"۔

چوتھاباب

مسیح کلمتہ اللہ

چوتھی بات ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح قرآن میں کلمتہ اللہ کہلاتا ہے۔چنانچہ سورہ نساء کی ۱۶۹ویں آیت میں مرقوم ہے إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ (یقیناً مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول ہے اوراس کا کلمہ جواس نے مریم کی طرف ڈال دیا)۔یہ آیت بہت صفائی سے عیسیٰ مسیح کو تمام دیگرانبیاء سے کہیں بزرگ وبرترثابت کرتی ہے اورمسلمان مفسرین اس کی تفسیر کرنے میں بہت عاجزہیں۔ہم اس لقب مسیح کا ان القاب سے مقابلہ کرینگے جو مسلمانوں نے دیگرانبیاء کودیئے ہیں اس سے صاف نظر آجائے گا کہ مسیح دوسروں نبیوں سے کس قدراعلیٰ وبالا ہے مثلاً"ادم صفی اللہ "یعنی خداکا برگزیدہ۔نوح نبی اللہ یعنی خداکا نبی ابراہیم خلیل اللہ یعنی خداکادوست ،موسیٰ کلیم اللہ یعنی خداسے کلام کرنے والااور محمد رسول اللہ یعنی خداکاپیغام لانے والا کہلاتا ہے۔یہ تمام القاب ہمارے جیسے کمزوراورخاطی آدمیوں کودیئے جاسکتے ہیں لیکن مسیح قرآن میں" کلمتہ اللہ "کہلاتا ہے یہ ایسالقب ہے جوازحد صفائی اورصراحت کے ساتھ مسیح اورخداباپ میں ایک خاص رشتہ پر دلالت کرتا ہے۔

مسلمان مصنفین نے کئی طرح سے کوشش کی ہے کہ "کلمتہ اللہ "سے جوسیدنا عیسیٰ کی الوہیت کا صاف نتیجہ نکلتا ہے اس پر دھول ڈالیں مثلاًامام رازي اورحال کے چند مصنفین ہم کو یہ منوانا چاہتے ہیں کہ "کلمتہ اللہ "سے صرف یہ مراد ہے کہ عیسیٰ خداکے حکم یا"کلمتہ اللہ "یعنی کلام سے پیدا کیا گیا ہے۔لیکن آدم بھی توخداکے حکم سے پیدا کیا گیا تھا کیا کوئی مسلمان آدم کو"کلمتہ اللہ "کہنے کی جرات کرے گا؟علاوہ بریں قرآن کی مذکورہ بالاآیات میں یہ صاف بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ کلمتہ اللہ "تھا جوخدانے مریم میں ڈال دیااورامام رازی کے بے بنیاد بیان اورتفسیر کی تردید کے لئے یہ ایک ہی کافی ہے۔کیونکہ اس سے صاف عیاں ہے کہ کلمہ مریم میں ڈالا جانے سے پیشتر بھی موجود تھا حقیقت یوں ہے کہ سیدنا عیسیٰ کا یہ لقب صرف انجیل شریف ہی کے مطالعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔کیونکہ اس میں بڑی صفائی سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ "کلمتہ اللہ "الٰہی ہے اورمجسم ہوکر دنیا میں آنے سے پیشتر خداکے ساتھ موجود تھا۔چنانچہ انجیل یوحنا کے ۱باب کی پہلی آیت میں مرقوم ہے"ابتدا میں کلام تھااورکلام خداکے ساتھ تھااورکلام خداتھااورکلام مجسم ہوااوراس نے فضل اورسچائی سے معمور ہوکر ہمارے درمیان خیمہ کیااورہم نے اس کاایسا جلال دیکھا جیسے باپ کے اکلوتے کا جلال "مسلمانوں کی احادیث میں بھی اس کی شہادت موجودہے۔چنانچہ مشکوات المصابیح کے دفتراول کے چوتھے باب کی تیسری فصل میں مندرج ہے"وہ(عیسیٰ)ارواح میں تھا۔ہم نے اس کو مریم میں بھیجدیا۔اسی کتاب میں ابی سے مروی ہے کہ مسیح کی روح مریم کے منہ سے داخل ہوئی اگرچہ ہم کوایسی احادیث وروایات کی چنداں ضرورت نہیں

تو بھی ان سے اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ معتقدات اسلام میں مسیح اس دنیا میں مجسم ہو کر آنے سے پیشتر موجود مانا گیا ہے۔ بائبل اور قرآن دونوں عیسیٰ کو کلمتہ اللہ کہتے ہیں اور اس طرح سے اسے تمام دیگر انبیاء سے منتخب اور ممتاز کر کے اس رشتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو اس میں اور خدا باپ میں ہے۔

اس مقام پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن میں بائبل کے لئے جو واعظ استعمال ہوا ہے وہ وہی نہیں ہے جو عیسیٰ مسیح کے حق میں استعمال کیا گیا ہے چنانچہ سورہ بقرہ کی ۷۵ ویں آیت میں لکھا ہے وَقَدۡ كَانَ فَرِيقٌ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ یعنی اور ان میں سے ایک فریق خدا کا کلام سنتا تھا) یہاں پر لفظ کلام کتب الہامی کے لئے استعمال کیا گیا ہے وہ "کلمتہ" ہے اس کے حق میں "کلام" کبھی استعمال نہیں ہوا۔ چنانچہ سورہ عمران کی ۴۵ ویں آیت میں مرقوم ہے "يَا مَرۡيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ یعنی اے مریم اللہ تجھے خوشخبری بھیجتا ہے، کلمتہ ہے جو اس سے ہے) باایں ہمہ مفسرین ہم سے یہ ماننے کو کہتے ہیں کہ کلمتہ اللہ کا اعلیٰ لقب صرف یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ مسیح خدا کے حکم یا کلام سے پیدا کیا گیا تھا۔ پھر مندرجہ بالا آیت قرآن میں مسیح کا کلمہ یعنی "خدا کا کلمہ" کہلاتا ہے۔ عربی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے "الکلمتہ اللہ" مراد ہے نہ صرف کلمہِ خدا" کلمتہ اللہ "نہ محض کلمہ من کلمات اللہ پس صاف ظاہر ہے کہ عیسی "الکلمتہ اللہ یا خدا کا خاص اظہار صرف اسی کے وسیلے سے ہم خدا کی مرضی کو معلوم کر سکتے ہیں کسی اور نبی کو یہ لقب نہیں دیا گیا۔ کیونکہ کوئی اور اس طور سے خدا کیمرضی کو ظاہر کرنے والا نہیں ہے اسی لئے عیسیٰ انجیل شریف میں فرماتا ہے "راہ اور حق اور زندگی میں ہوں۔ کوئی باپ کے پاس نہیں آسکتا کہ میرے وسیلہ سے "میرے باپ کی طرف سے رب کچھ مجھے سونپا گیا اور کوئی نہیں جانتا کہ بیٹا کون ہے سوا باپ کے اور کوئی نہیں جانتا کہ باپ کون ہے سوا بیٹے کے اور اس شخص کے جس پر بیٹا ظاہر کرنا چاہے (لوقا: ۲۲)۔

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم مسیح کی الوہیت کا مسئلہ پورے طور سے سمجھتے ہیں کیونکہ اس سے اسرار تثلیث کا تعلق ہے لیکن اس قدر بخوبی صفائی سے دیکھتے ہیں کہ خدا کے "کلمہ" کی ذات الٰہی ہونی چاہیے۔ کیونکہ سوائے الٰہی ذات کے کسی اور چیز سے مسیح کی معجزانہ پیدائش کا راز ہرگز نہیں کھلتا۔ انجیل شریف سے ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ازلی کلام نے کامل انسانی ذات اختیار کی لیکن ساتھ ہی الٰہی ذات سے عاری نہیں ہوا اس میں انسانی ذات اور الٰہی ذات باہم موجود تھیں جیسا کسی درخت پر پیوند لگانے سے پیوند اور پیوند شدہ درخت کی شاخیں اپنی اپنی ذات میں جدا جدا ہیں لیکن پھر بھی ایک ہی درخت ہے ایسا ہی انجیل شریف میں مرقوم ہے کہ کلام مجسم ہوا اور ہمارے درمیان رہا" اور قرآن میں لکھا ہے کہ "خدا نے اپنا کلمہ مریم میں ڈالا" پس خدا نے جو خود عیسیٰ مسیح میں ہو کر بنی آدم میں بود و باش کی۔ اسلام کے بعض فرقے مانتے ہیں کہ ایک ہی شخص میں انسانیت و الوہیت جمع ہو سکتی ہے۔ چنانچہ شہرستانی ۲: ۷۶-۷۷ میں مرقوم ہے کہ فرقہ المشتبہ کا ایسا اعتقاد تھا یہ کہنا کہ "چونکہ ہم مسیح کے مجسم ہونے کو یا اس کی الوہیت کو سمجھ نہیں سکتے لہذا ہم اس کو نہیں مانتے کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ کیونکہ ہم قیامت کو بھی نہیں سمجھتے لیکن اس پر ایمان رکھتے ہیں جو کوئی دانا ہے۔ وہ ضرور اس سنجیدہ مسئلہ پر بائبل مقدس کی صاف تعلیم کو قبول کرے گا بیشک تثلیث کا مسئلہ نہایت مشکل اور سر مکتوم ہے لیکن گو عقل سے بالا ہو اور عقل میں نہ آسکے تو بھی خلاف عقل تو نہیں ہے ہمارے مسلمان بھائی خود صفات الٰہی کی کثرت کو مانتے ہیں۔ مثلاً اس کا رحم، انصاف، اور قدرت وغیرہ اور بڑی درستی سے اسے الصفات

الحسنہ مجموع یعنی تمام نیک صفات کا مجموعہ کہتے ہیں۔ اگر خدا کی صفات میں کثرت ممکن ہے تو اس کی ذات میں کیوں ناممکن ہے ؟ان دونوں صورتوں میں سے ایک میں بھی اس کی وحدت پر حرف نہیں آتا۔

علی کی زبانی روایت کی گئی ہے "من عرف نفسہ، فقد عرف ربہ "یعنی جو اپنے آپ کو جانتا ہے وہ اپنے خدا کو جانتا ہے توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا اب جائے غور ہے کہ ہم سب اپنی "روح عقل "اور "نفس "کو "میں "کہتے ہیں۔ یہ چیزیں مختلف ہیں لیکن شخصیت ایک ہی راستہ ہے جبکہ ہم اپنے آپ کو بھی پورے طور سے نہیں سمجھ سکتے تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ لا محدود خدا کی ذات ہماری سمجھ میں آجائے ؟

علاوہ بریں قرآن میں خدا "الودود "یعنی محب کہلاتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی ذات میں "الودود "یعنی حب کی صفت موجود ہے اور چونکہ خدا کی ذات لا تبدیل وغیر متغیر ہے اس لئے یہ صفت ازلی ہے لیکن جب کے لئے محبوب کا وجود لابدی ہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ جہان وفرشتگان کی پیدائش سے پیشتر خدا کی حب کا محبوب کیا تھا؟ کیا ان خیالات سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ خدا کی ذات واحد میں کثرت موجود ہے اور واحد میں کثرت کے افراد باہم محب ومحبوب ہیں؟ کیا مسلمان یہ نہیں دیکھتے کہ خدا کی صفات مندرجہ قرآن سے ذات باری تعالیٰ کی وحدت میں کثرت کا کچھ نہ کچھ خیال پایا جاتا ہے جو مسیحیوں کی تعلیم تثلیث کی مانند ہے۔

بائبل سیکھلاتی ہے کہ خدا کی وحدت میں تثلیث موجود ہے اور عیسیٰ اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم ہے ہمارے بہت سے مسلمان بھائی قرآن کی پیروی کرکے تثلیث کی تعلیم کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تعلیم توحید کے برخلاف ہے لیکن اگر غور سے قرآن کو پڑھیں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ حضرت محمد نے جس بات کی بڑے زور سے تردید کی وہ شرک یا خداؤں کی کثرت کی تعلیم تھی چنانچہ سورہ نسا کی ۱۶۹ویں آیت میں مرقوم ہے تَقُولُواْ ثَلاَثَةٌ انتَهُواْ خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللّهُ إِلَـهٌ یعنی مت کہو تین خدا ہیں اس سے باز رہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا خدا صرف ایک ہی ہے)مشہور مفسرین جلالین نے سمجھا کہ یہ آیت شرک یا بہت سے خدا ماننے کی طرف اشارہ کرتی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں "اے اہل بائبل تم اپنے دین میں کفر کی پیروی مت کرو اور خدا کی بابت سوائے حق بات کے کچھ اور مت کہو شرک اور قادر مطلق کا بیٹا بیان کرنے سے باز آؤ"۔ پس اس سے صاف نظر آتا ہے کہ قرآن شرک اور ایک سے زیادہ خدا ماننے کی تعلیم کی تردید کرتا ہے جو تعلیم مسیحی لوگ نہ مانتے ہیں اور نہ اوروں کو سکھاتے ہیں۔ عیسیٰ مسیح گویا ہر طرح کی غلط فہمی کو دور کرنے کی غرض سے خدا کی توحید کا یوں بیان فرماتا ہے "میں اور باپ (خدا) ایک ہیں "(یوحنا ۱۰: ۳۰)۔ سورہ مائدہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد تثلیث کی تعلیم کو مطلق نہ سمجھ سکے چنانچہ ۱۱۶ویں آیت میں مرقوم ہے "يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَـهَيْنِ مِن دُونِ اللّهِ(اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ خدا کے سوا مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا مانو؟ "سورہ مائدہ میں حضرت محمد بڑی کوشش سے اس بات کو ثابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ مریم عیسیٰ کی ماں خدا نہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ کھانا کھاتی تھی !تاہم بیضاوی

اور دیگر اچھے اچھے مسلمان مفسرین مانتے ہیں کہ کہ مسیحی تثلیث اقانیم ثلاثہ باپ، بیٹااور روح القدس ہیں تثلیث کے بارہ میں جو غلط خیال حضرت کا تھا وہی اس زمانہ کے بہت سے مسلمانوں کا ہے وہ سخت غلط فہمی سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ مسیحی لوگ تین خدا مانتے ہیں اور اس غلط فہمی کے سبب سے وہ مسیحیوں کی تعلیم کی کبھی تحقیقات نہیں کرتے لیکن بعض مسلمان کچھ کچھ درست خیال رکھتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر عمادالدین صاحب ہدایت المسلمین میں لکھتے ہیں "کہ فرقہ صلحیہ کے مسلمان مانتے ہیں کہ خدا کی ذاتِ واحد کے اندر تثلیث کی تعلیم دینا کفر نہیں ہے اگر ٹھیک طور سے سمجھ لی جائے تو تثلیث کی تعلیم سے خدا کی توحید کی مخالفت نہیں ہوتی بلکہ "ابن اللہ" کے مجسم ہونے کا راز بخوبی سمجھ میں آتا ہے اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے مشکل القاب کی (جو مسلمان مسیح کے حق میں استعمال کرتے ہیں) تشریح ہوتی ہے۔ کلمۃ اللہ خدا کا سخن ہے اور سخن خدا ایسا ہی قدیم وازلی ہے جیسا خود خدا۔ اسی کلمہ نے کنواری مریم کے رحم میں مجسم ہو کر کامل انسانی ذات اختیار کی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "یسوع (عیسیٰ) ناصری دیگر آدمیوں کی طرح کھاتا پیتا اور غمگیں اور تھکا ماندہ ہوتا تھا۔ کیونکہ انسانی حیثیت میں سوائے گناہ کے اور جو جو خواہشیں ہم میں ہیں اس میں بھی تھیں "کلمۃ اللہ" جو خدا نے مریم میں ڈالا اس کے بارے میں یہی تعلیم ہے اور ہر ایک سچے مسلمان پر از روئے کلام خدا اس کو ماننا لازم ٹھہرتا ہے "کلام اللہ" کی شہادت کو نہ ماننا اور خدا کی ذات وماہیت کی نسبت چھان بین بیہودگی اور بے دینی ہے حضرت محمد نے بھی کہا ہے کہ "خدا کی بخششوں کا خیال کرو اور اس کی ذات کے بارہ میں مت سوچو۔ یقیناً تم اس کو نہیں سمجھ سکتے اور پھر یہ بھی مروی ہے کہ "ہم نے تیری حقیقت کو نہیں جانا ایک اور حدیث میں یہ دہشت ناک الفاظ پائے جاتے ہیں کہ "البحث من ذات اللہ کفر" (خدا کی ذات پر بحث کرنا کفر ہے) کوئی سچی تعلیم عقل کے خلاف نہیں ہوسکتی ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ جو باتیں خدا کی ذات سے علاقہ رکھتی ہیں وہ ہماری کمزور انسانی عقل سے ماہر اور بالا ہوسکتی ہیں۔ مسلمان خود مانتے ہیں کہ قرآن کے بعض فقرے متشابہ ہیں اور ان کے معنی انسان سے پوشیدہ ہیں اور قیامت کے دن تک ویسے ہی پوشیدہ رہیں گے چنانچہ حروف الف ولام ومیم (المہ) اور خدا کے منہ اور ہاتھوں وغیرہ کے بیان میں جو فقرات قرآن میں پائے جاتے ہیں پس جس آزادی کو مسلمان اپنے لئے جائز قرار دیتے ہیں اُسے مسیحیوں کے لئے کیوں ناجائز سمجھتے ہیں؟ ہم بھی تعلیم تثلیث اور مسیح کی الوہیت کو متشابہ کہہ سکتے ہیں۔ لہذا ان تعلیمات کو پورے طور سے سمجھ نہ سکنے کے سبب سے رد کرنا مسلمانوں کے لئے معقول بات نہیں ہے۔

مسیحی لوگ بائبل شریف کی سند پر عیسیٰ مسیح کی الوہیت کو مانتے ہیں اور اس امر میں وہ اکیلے نہیں بلکہ تمام انبیاورسل بھی اُن کے ساتھ یہی ایمان رکھتے تھے ہم ذکر کرچکے ہیں کہ مسیح کے حق میں بہت سی پیشین گوئیاں ایسی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا جلال الٰہی جلال سے کم نہیں ہے چنانچہ ہم ایک دو ایسی پیشین گوئیوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ یسعیاہ نبی کی کتاب کے نوویں باب کی چھٹی آیت میں مرقوم ہے "ہمارے لئے ایک بیٹا تولد ہوا۔ ہمیں ایک بیٹا بخشا گیا سلطنت اسکے کندھے پر ہوگی اور اس کا نام عجیب مشیر خدائے قادر ابدیت کا باپ سلامتی کا شہزادہ ہوگا۔ اس کی بادشاہت کی ترقی اور سلامتی کا انجام ابدالاباد تک ہے"۔ مسیح کے حواری جن کو قرآن "انصار اللہ" کے لقب سے ممتاز کرتا ہے عیسیٰ کی الوہیت پر ایمان رکھتے تھے اور یہ انجیل شریف کے بہت سے مقامات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مسیح کے شاگردوں میں سے ایک توما نامی نے اس کے مردوں میں سے جی اٹھنے کو پہلے نہ مانا لیکن جب اس نے محشور مسیح کو روبرو دیکھا تو تازہ ایمان اور خوشی سے معمور ہو کر اس نے کہا "اے میرے خداوند اے میرے خدا! عیسیٰ نے

جواب دیا تو تو مجھے دیکھ کر ایمان لایا ہے۔ مبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے (یوحنا ۲۰: ۲۹)۔ مسلمان دوستو! اس الٰہی "ابن اللہ" پر ایمان لانا اسکے نام کے طفیل سے آپ کو حیات ابدی کا وارث بنائے گا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ سیدنا عیسیٰ پر ایمان لا اور نجات پائے گا"۔

پانچواں باب

مسیح روح اللہ

مسلمان سیدنا مسیح کو ایک اور بڑے لقب یعنی "روح اللہ" سے ملقب کرتے ہیں چنانچہ سورہ نسا کی ۱۶۹ ویں میں مرقوم ہے **إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ** یعنی بے شک مسیح عیسیٰ ابن مریم خدا کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم میں ڈالا اور اُس کی روح ہے) اس بڑے لقب "کلمۃ اللہ" کی طرح مسلمان مفسرین کو اس لازم نتیجہ یعنی عیسیٰ مسیح کی الوہیت سے انکار کی مختلف راہیں ڈھونڈ ھتے ہیں نہایت مشکل میں ڈال رکھا ہے۔ خلیل اللہ، صفی اللہ اور نبی اللہ وغیرہ القاب جو دوسرے انبیاء کو دئے گئے ہیں ہماری مانند کمزور انسانوں کو دئے جا سکتے ہیں لیکن "روح اللہ" جو مسلمانوں نے سیدنا مسیح کو دیا ہے نہایت صفائی سے اس کی بزرگی وبرتری پر دلالت کرتا ہے اور از حد یقینی طور سے اسے تمام دیگر انبیاء سے اعلیٰ وبالا ٹھہراتا ہے۔ ایسے شخص کو بخوبی "ابن اللہ" کہہ سکتے ہیں لیکن مسیحیوں کو اکثر اس سے حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان برادران "ابن اللہ" پر کیوں اعتراض کرتے ہیں درحالیکہ وہ خود اسے روح اللہ کہتے ہیں اور روح اللہ ابن اللہ سے کم نہیں ہے۔ راسخ مسلمان مصنفین مانتے ہیں کہ "روح اللہ" ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو کسی اور نبی سے منسوب نہیں ہو سکیت۔ چنانچہ امام رازی کہتے ہیں کہ وہ (مسیح) اس لئے "روح اللہ کہلاتا ہے کہ وہ اہل دنیا کو ان کے ادیان میں زندگی بخشنے والا ہے" اور بیضاوی تحریر فرماتے ہیں" وہ ایسی روح رکھتا ہے جو ذات اور اصل کے لحاظ سے بلاواسطہ خدا سے صادر ہے" اور یہ کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور بنی آدم کے دلوں کو حیات بخشتا ہے" ہاں یہ "روح اللہ" اب بھی صاحب الوہیت ہونے کے سبب سے دنیا کو زندہ کرتا اور قلوب انسانی کو حیات بخشتا ہے اور آج کل غیر معمولی طور سے شمال وجنوب اور مشرق ومغرب کے لوگ وہ نئی پیدائش اور زندگی حاصل کررہے ہیں جو فقط سیدنا عیسیٰ ہی سے ملتی ہے امام صاحب نے یہ لکھتے وقت ضرور انجیل شریف سے سیدنا عیسیٰ کا یہ فرمان پڑھا ہوگا کہ "قیامت اور زندگی میں ہوں اور جو مجھ پر ایمان لاتا ہے اگرچہ وہ مرگیا ہو تو بھی جئے گا (یوحنا ۱۱: ۲۵) پھر یہ بھی مرقوم ہے کہ پہلا آدم جیتی جان ہوا اور دوسرا آدم (سیدنا مسیح) زندگی بخشنے والی روح" بیضاوی کی تفسیر مسیح کے الفاظ سے کسی مطابقت رکھتی ہے کیونکہ بیضاوی اور مسیح کے الفاظ میں فرق صرف یہ ہے کہ مسیح فرماتا ہے "میں آیا ہوں کہ وہ زندگی پائیں اور اُسے کثرت سے حاصل کریں"۔ یہ معلوم کرکے کہ زمانہ حال کے بعض مسلمان مسیح کی آسمانی اصل کو مانتے ہیں ہمیں بہت خوشی ہے چنانچہ ایک بنگالی اسلامی اخبار مسمیٰ بہ پرچارک "پوس ۱۳۰۷ ہجری میں مرقوم ہے "عیسیٰ محض زمینی شخص نہ

تھاوہ جسمانی شہوت سے پیدا نہیں ہوا وہ آسمانی روح ہے۔۔۔۔عیسیٰ آسمان کے بلند تخت سے آیا اور خدا کے احکام دنیا میں لاکر اُس نے نجات کی راہ دکھائی "۔

خدا کی "روح" ضرور خدا کی طرح ازلی ہے اور جب ہم قرآن میں پڑھتے ہیں کہ وہ یہ "روح مریم میں پھونکی گئی "(سورہ انبیاء ۹۱ آیت) اور بیضاوی کے بیان کے موافق "خدا سے نکلی تو ضرور یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ یہ بزرگ ہستی الوہیت سے خالی نہیں اور مریم میں داخل ہونے سے پیشتر موجود تھی۔ قرآن میں عیسیٰ خدا کا "ازلی کلمہ " ہے اور یہ سبا باتیں باہم پوری مطابقت رکھتی ہیں۔ کسی محض انسان نبی کے حق میں ایسے الفاظ اور ایسے بڑے بڑے القاب استعمال نہیں کئے جاسکتے ان سے نہایت صاف طور سے بائبل شریف کی اس کی پوری تعلیم کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ جس میں سیدنا عیسیٰ خود اس جلال کا ذکر کرتے ہیں جو وہ ابتدائے عالم سے پیشتر پروردگار کے ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عیسیٰ نے دعا کی اور فرمایا "اے باپ (خدا تعالیٰ) تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا جلالی بنادے "(یوحنا ۱۷: ۵)۔ لیکن سیدنا عیسیٰ کے ازلی وجود پر فقط انجیل ہی گواہ نہیں ہے بلکہ صحفِ انبیاء سے بھی یہی شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ میکاہ نبی آنے والے مسیح کا ذکر کرتے وقت یوں کہتا ہے "اے بیت الحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں چھوٹی ہے تو بھی وہ شخص جو میرے لئے بنی اسرائیل پر سلطنت کرے گا اور جس کا نکلنا ایام ازلی سے ہے تجھ سے نکلیگا "(میکاہ ۵: ۳)۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مسیح کی ازلیت پر کتب مقدس یہود بھی شاہد ہیں اگرچہ یہودیوں نے بحیثیتِ قوم محض ضد اور ہٹ دھرمی سے سیدنا عیسیٰ کو ایک نبی نہیں مانا۔

"روح اللہ" سے جو سیدنا مسیح کی الوہیت کا نتیجہ نکلتا ہے اس سے انکار کرنے کی غرص سے بعض مسلمان مصنفین بہت ہی عجیب اور ہیچ پوچ دلائل پیش کرتے ہیں مثلاً ایک حال کا بنگالی مسلمان لکھتا ہے مسیح اس لئے روح اللہ کہلاتا ہے کہ وہ خدا سے پیدا کیا گیا "اس قسم کے دلائل کی کسی ذی ہوش کے سامنے کچھ حقیقت نہیں ہے کیا ہم سب کو خدا نے پیدا نہیں کیا؟ ہم میں سے کون اپنے آپ کو "روح اللہ " کہنے کی جرات کرسکتا ہے؟ اگر روح اللہ کا مفہوم خدا کی مخلوق روح ہو تو انسانی روح کی انسان کی روح انسانی کی مخلوق ٹھہرے گی کہ جو لغو محض ہے۔ جب مسلمان صرف عیسیٰ ہی کو "روح اللہ " کے لقب سے ملقب کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کچھ خاص مطلب ہے اور وہ خاص معنوں میں "روح اللہ " ہے اور اس سے انجیل شریف کی پوری تعلیم تک صرف ایک قدم باقی ہے یعنی یہ کہ وہ خدا کا ازلی بیٹا ہے۔

پھر یہ کہا جاتا ہے کہ اگر "روح اللہ "سیدنا عیسیٰ کی الوہیت پر دلالت کرتا ہے تو قرآن کریم کی تعلیم کے موافق آدم اور دیگر انبیاء کو صاحب الوہیت ماننا پڑیگا کیونکہ قرآن میں مرقوم ہے کہ خدا نے فرشتوں سے آدم کے حق میں فرمایا کہ "جب میں اس کو پورے طور سے بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے گر کر اسے سجدہ کرو "ہم نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن کی اس آیت سے کس طرح آدم کی الوہیت کا اقرار ہم پر لازم ٹھہرتا ہے کیونکہ آدم کو اس جگہ "روح اللہ " نہیں کہا گیا۔ بلکہ محض انسان جس میں خدا نے اپنی روح پھونکی جو کہ معاملہ ہی دیگر ہے۔ قرآن میں عیسیٰ کی نسبت کہیں بھی ایسا نہیں لکھا اس قسم کی زبان عیسیٰ کی ماں مریم کے حق میں بیشک استعمال کی گئی ہے۔ لہذا مسیحیوں پر فرض ہے کہ آدم کو صاحب الوہیت تسلیم

کریں۔ لیکن نہ تو مسیحی لوگ مریم کو صاحب الوہیت مانتے ہیں اور نہ ہی قرآن میں صرف یہ لکھا ہے کہ خدا نے مسیح میں اپنی روح پھونکی۔ بلکہ بخلاف اس کے مسلمان خود سیدنا مسیح کو ہی روح اللہ کہتے ہیں اسی طرح سے بائبل شریف میں بھی لکھا ہے کہ خدا نے بعض آدمیوں کو اپنی روح عنایت کی لیکن اس سے ان کو الوہیت نہیں مل گئی اور نہ وہ روح اللہ بن گئے۔ اگر ہم کہیں کہ زید نے ایک فقیر کو پانچ روپے دیئے تو کیا کوئی استدلال کرکے یہ کہہ سکتا ہے کہ "وہ فقیر پانچ روپے ہے؟"

چھٹا باب

مسیح اکیلا شفاعت کنندہ

ہم دیکھ چکے ہیں کہ مسیح کے حق میں اسلام کیسی بڑی شہادت دیتا ہے۔ لیکن انجیل شریف کی پوری تعلیم کے بغیر ہم اس کو ٹھیک طور سے سمجھ نہیں سکتے کیونکہ انجیل ہی میں خدا کے ازلی بیٹے کا جلال کامل طور سے ظاہر کیا گیا ہے۔ قرآن سیدنا عیسیٰ کو ایک اور بڑے لقب سے ملقب کرتا ہے یعنی "ہر دوجہاں میں معزز" کہتا ہے۔ چنانچہ سورہ عمران کی ۴۶ویں آیت میں مرقوم ہے "يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یعنی اے مریم یقیناً خدا تجھے خوشخبری دیتا ہے کلمہ کی جو اس سے ہے اور جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے وہ دنیا و آخرت میں وجیہہ ہے) ایسے بڑے بڑے القاب قرآن میں کسی اور نبی کو نہیں دیئے گئے۔ ان سے ایک ایسی خاص نسبت اور تعلق ظاہر ہوتا ہے جو خدا کو کسی دوسرے سے نہیں بڑے بڑے مشہور اسلامی مفسرینِ قرآن نے اس حقیقت کو پہچانا ہے وہ مذکورہ بالا آیت سے معلوم کرتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح گنہگاروں کی شفاعت کرے گا۔ چنانچہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں کہتا ہے الوجاھتہ فی الدنیا النبوتہ وفی الاخرتہ الشفاعتہ (دنیا میں نبوت اور آخرت میں شفاعت وجاہت ہے) ایک اور مفسر زمخشری الکشاف میں لکھتا ہے "اس دنیا میں نبوت اور تمام لوگوں پر تقدم اور آخرت میں شفاعت و بہشت میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کا نام "وجاہت" ہے دیگر انبیاء پر مسیح کی فضیلت کی تعلیم بھی بائبل شریف میں دی گئی ہے چنانچہ عبرانیوں کے تیسرے باب کی تیسری آیت میں مرقوم ہے بلکہ وہ (مسیح) موسیٰ سے اس قدر زیادہ عزت کے لائق سمجھا گیا جس قدر گھر کا بنانے والا گھر سے زیادہ عزت دار ہوتا ہے۔۔۔۔ اور موسیٰ تو اس کے سارے گھر میں خادم کی طرح دیانتدار رہا تاکہ آئندہ بیان ہونے والی باتوں کی گواہی دے لیکن مسیح بیٹے کی طرح اس کے گھر کا مختار ہے" بیضاوی اور زمخشری لکھتے ہیں کہ قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ آخرت میں مسیح گنہگاروں کا شفیع ہوگا۔ کیا کوئی مسمان تمام قرآن میں ایک آیت بھی بتا سکتا ہے کہ جس میں یہ صاف بات مرقوم ہو کہ قیامت کے روز حضرت محمد یا کوئی اور نبی شفاعت کرینگے اور سورہ بنی اسرائیل کی ۸۰ویں آیت کو اس کی دلیل پیش کرتے ہیں اس میں مرقوم ہے "شائد تیرا خدا تجھے ایک اعلیٰ رتبہ پر سرفراز کرےگا" اس آیت کی عبارت ایسی ہے کہ کچھ صاف مطلب نہیں نکل سکتا اور بہت سے معتبر مسلمان لکھتے ہیں کہ اس میں شفاعت کی طرف کچھ بھی اشارہ نہیں ہے۔ حنبلی اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت محمد کو تختِ الٰہی سے قریب مقام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ لیکن قرآن خود تمام شکوک کو رفع کرتا ہے کیونکہ قرآن میں صاف لکھاہے کہ حضرت محمد گنہگاروں کی شفاعت نہیں کر سکتے۔ سورہ توبہ کی ۸۱ویں آیت میں مرقوم ہے اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لاَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللّهُ لَهُمْ (تواُن کیلئے مغفرت مانگ یانہ مانگ اگر تو(اے محمد)اُن کیلئے ستر بار مغفرت مانگے تو بھی اللہ اُن کو ہر گز معاف نہیں کرے گا)۔ پھر قرآن میں یہ بھی لکھاہے کہ جب عربوں نے لڑائی کے لئے حضرت محمد کے ساتھ جانے سے انکار کیااور بعداس کے پاس آکر کہاکہ ہمارے لئے "مغفرت مانگ "تواس نے قرآن کے موافق یوں جواب دیاکہ " فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا (یعنی کون تمہارے لئے خداسے کچھ حاصل کر سکتاہے ؟خواہ وہ تم کو دکھ میں ڈالے یا نفع پہنچانے پر رضامند ہو(سورہ فتح آیت ۱۱)۔ مندرجہ بالاآیتوں میں سے پہلی میں ریاکاروں کاذکر ہے اور دوسری میں مسلمان مخاطب ہیں۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد نہ مومنوں کے شفیع ہوسکتے ہیں نہ کافروں کے بہت سے مسلمان اس بات کو مانتے ہیں کہ مثلاً فرقہ خارجیہ کے مسلمان حضرت محمد کی شفاعت سے صاف انکاری ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد بڑے بڑے گناہوں والوں کی شفاعت نہیں کر سکیں گے (دیکھو ہدایت المسلمین ۲۰۹ وغیرہ) پس یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمان حضرت محمد سے ہر گز شفاعت کی امید نہیں رکھ سکتے۔ بخلاف اس کے قرآن یہ تعلیم دیتاہے کہ سیدنا عیسیٰ شفاعت کرے گااور یہ تعلیم انجیل شریف میں تشریحاً مندرج ہے اور صاف لکھاہے کہ سیدنا عیسیٰ گنہگاروں کا بڑاشفاعت کنندہ ہے۔

پھر قرآن سے یہ بھی ثابت ہوتاہے کہ شفاعت کی ضرورت اب ہے قیامت کے روز تو "گیاوقت پھر ہاتھ آتا نہیں" کی سی مثال ہوگی چنانچہ سورہ مریم کی ۹۰ویں آیت میں مرقوم ہےلَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا یعنی اگر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا سوائے اس کے جس نے خداسے عہد لیاہے)۔

علاوہ بریں سورہ نساء کی ۱۷ویں آیت میں مرقوم ہے کہ "ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بُرے کام کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب کسی ایسے کی موت آجاتی ہے تو کہتاہے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان کی جو کفر میں مرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیاہے۔

سورہ زمر میں لکھاہے جس پر عذاب کا فتویٰ لگ چکااور جو آگ میں پڑ گیا کیاتو(اے محمد)اس کو چھڑالیگا؟"

قرآن کی یہ تعلیم ایسی ہے کہ ہر ایک ذی فہم اور باہوش آدمی اس کو بخوبی سمجھ سکتاہے کیونکہ یہ بالکل صاف بات ہے کہ اگر کوئی شخص مرنے تک یعنی اپنی ساری عمر گناہ ہی کرتارہاہے یادوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ خداسے عہد نہ کرے تو قیامت کے روز کوئی شفاعت اس کو گناہ کی واجبی سزا سے بچانہ سکیگی۔ پس انسان اس امر کا محتاج ہے کہ اسی زندگی میں اس کا کوئی زندہ شفاعت کنندہ ہو جس کی مدداور قدرت سے طاقت وفضل حاصل کرکے ابھی

سے راستبازی اور نیکوکاری کی راہوں میں چلنے لگے پس ہم پوچھتے ہیں کہ وہ زندہ شفاعت کنندہ کون ہیں جس سے مدد پاکر ہم گناہ سے محفوظ رہیں اور خدا کی مرضی کے موافق زندگی بسر کریں؟ حضرت محمد تو اپنی قبر میں پڑے ہیں اور روزِ قیامت تک وہیں پڑے رہینگے حتیٰ کہ نرسنگا پھونکا جائے گا اور مرُدے اٹھائے جائیں گے لہذا اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ اس وقت شفاعت کر سکیں گے تو کیا حاصل کیونکہ شفاعت کا تو موقع ہی نہیں رہے گا۔ قرآن اور انجیل کی شہادت عیسیٰ کے حق میں کیسی مختلف ہے "وہ عالم آخرت میں معزز ہے" قرآن اس کے حق میں یوں کہتا ہے "بل رفعہ اللہ الیہ" (خدا نے اُسے اپنے پاس اوپر اٹھالیا) تمام مسلمان یہ مانتے ہیں کہ مسیح آسمان پر زندہ ہے اس آیت سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ سیدنا مسیح حضرت محمد سے بہت ہی بڑھ کر اور بزرگ وبرتر ہے کیونکہ آسمان پر زندہ ہے۔

بڑے بڑے مفسرین قرآن نے اس حقیقت پر شہادت دی کہ سیدنا مسیح آسمان پر زندہ اور اپنے لوگوں کے لئے شفاعت کرتا ہے۔ چنانچہ سورہ یسین میں حبیب نجار کی حکایت پائی جاتی ہے۔ بیضاوی اس کے بارہ میں لکھتا ہے کہ "پطرس نے ایک سات دن کے مرِدہ لڑکے کو زندہ کیا جب اس سے پوچھا گیا کہ تونے آسمان پر کیا دیکھا تو لڑے نے جواب دیا کہ میں نے عیسیٰ مسیح کو آسمان پر اپنے تین شاگردوں کے لئے (یعنی پطرس اور اس ساتھی جو قید میں تھے) سفارش کرتے دیکھا ہے"۔

اس اہم مضمون پر انجیل شریف کی تعلیم بہت ہی صاف ہے اور اس امر میں ذرا بھی شک نہیں چھوڑتی کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے اور ان سب کی جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں سفارش کرتا ہے چنانچہ لکھا ہے عیسیٰ جو خدا کی دہنی طرف ہے اور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے" (رومیوں ۸: ۳۴) اور کہ وہ (عیسیٰ) ان کی شفاعت کے لئے ہمیشہ جیتا رہیگا" (عبرانیوں (۷: ۲۴)۔ پس اس سے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ گنہگاروں کی امید کا لنگر صرف مسیح ہی ہے یعنی وہی زندہ شفاعت کنندہ ہے جو ہم کو ہماری اس بیکسی اور لاچاری کی حالت میں مدد دے سکتا ہے۔ اے عزیز برادران اہل اسلام آپ کیوں ایک مرِدہ شخص پر بھروسہ کئے بیٹھے ہیں اور کیوں بے فائدہ یہ خیال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ شفاعت کرے گا؟ اس سے پیشتر آپ کا انجام مقرر ہوچکیگا اور اس وقت کوئی شفاعت کچھ کام نہ آئے گی ہمیں تو شفاعت کی اب ضرورت ہے۔ اور جب بائبل وقرآن دونوں سے صرف سیدنا عیسیٰ مسیح ہی شفاعت کرنے والا ثابت ہوتا ہے تو کیا یہ دانائی کی بات نہیں ہوگی کہ ہم بھی اسی پر بھروسہ کریں؟

شفاعت کے متعلق ایک اور قابل ذکر بات یہ باقی ہے کہ شفاعت کنندہ بے گناہ ہونا چاہیے کیونکہ کوئی گنہگار کسی دوسرے گنہگار کی شفاعت نہیں کر سکتا ہم یہ ثابت کرینگے کہ ازروئے بائبل وقرآن سیدنا عیسیٰ مسیح کامل طور سے بے گناہ تھا لہذا وہ شفاعت کر سکتا ہے۔ چنانچہ انجیل شریف میں مرقوم ہے "اگر کوئی گناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا وکیل موجود ہے "یعنی عیسیٰ مسیح راستباز (۱۔ یوحنا ۲: ۱)۔ اس آیت میں وہ دو بڑی باتیں جن پر سچی شفاعت کا دارومدار ہونا چاہیے نہایت صاف طور سے دکھائی گئی ہیں یعنی (۱۔) مسیح ہمارا زندہ وکیل ہے اور (۲۔) وہ بالکل بے گناہ ہے بخلاف اس کے ازروئے قرآن واحادیث حضرت محمد اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اب ہم صاف دیکھتے ہیں کہ عیسیٰ کا "دنیا ء آخرت میں صاحبِ عزت ہونا کیسا اظہر

من الشمس ہے کیا یہ بات بالکل صاف نہیں کہ عیسیٰ اس لحاظ سے بھی تمام دیگر انبیاء سے بزرگ و برتر نظر آتا ہے؟ کیونکہ وہ زندہ اور بے گناہ شفاعت کنندہ ہے اور جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں اب ان کیلئے آسمان پر بیٹھا شفاعت کرتا ہے۔

ساتواں باب

اسلام کا بے گناہ نبی

جیسا ہم پہلے بھی اشارتاً ذکر آئے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ مسیح کو اسلام نے النبی معصوم کی حیثیت میں نوح، ابراہیم، موسیٰ، داؤد اور تمام دیگر انبیاء سے بزرگ و برتر پیش کیا ہے۔ اسلام نے ابن مریم کو جو جو معزز القاب دیئے ہیں اُن کا خلاصہ اس کی شان کے بیان میں اس کے "معصوم نبی" ہونے میں ملتا ہے۔ قرآن میں لکھا ہے جبرائیل فرشتہ نے آکر مریم سے یوں کہا" إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (میں تیرے خدا کی طرف سے تجھے ایک پاکیزہ بیٹا دینے آیا ہوں) دیکھو سورہ مریم ۲۰ ویں آیت۔ پھر سورہ عمران کی ۳۶ ویں آیت میں مرقوم ہے وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ کہ وہ شیطان رجیم سے محفوظ ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان مقتبسات کے مطابق عیسیٰ مسیح کتب اسلام میں ہر جگہ بالکل بے گناہ بتایا گیا ہے۔ قرآن واحادیث میں کہیں بھی اس کا کوئی گناہ مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ بخلاف اس کے بائبل اور قرآن دونوں میں دیگر انبیاء کے گناہوں پر بکثرت اشارات پائے جاتے ہیں اور قرآن میں خود حضرت محمد کو بار بار اپنے گناہوں کی مغفرت مانگنے کا حکم ملتا ہے۔

چنانچہ ذیل میں ہم مثال کے طور پر قرآن سے چند آیتیں نقل کرتے ہیں سورہ اعراف کی ۲۳ ویں آیت اور ۲۴ ویں آیت میں آدم کے گناہ اور اس کی معافی مانگنے کا ذکر یوں مندرج ہے" قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (پس شیطان نے فریب دے کر اُن کو گرادیا۔ اور انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اگر تو ہم کو معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ فرمادے تو البتہ ہم حاضرین میں سے ہو جائینگے) اسی طرح سے سورہ انبیاء میں ابراہیم کا گناہ مذکور ہے لکھا ہے کہ ابراہیم نے بُت پرستوں کے بہت سے بت توڑڈالے لیکن سب سے بڑے کو ثابت رہنے دیا۔ بعد میں جب بُت پرستوں نے ابراہیم کو اس فعل کا مرتکب قرار دیا تو اس نے صاف انکار کیا اور کہا کہ سب سے بڑے بت نے چھوٹوں کو توڑڈالا دیگر مقامات میں اس کی مغفرت کی دعائیں درج ہیں۔ موسیٰ بھی قرآن میں گنہگار کی حیثیت میں پیش کیا گیا چنانچہ سورہ قصص میں مرقوم ہے کہ ایک مصری کو مارڈالنے کے بعد موسیٰ نے یوں دعا کی "رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فاغفرلہٗ (اے میرے رب تحقیق میں نے اپنی جان پر ظلم کیا مجھے معاف کردے پس اس نے اُسے معاف کردیا) داؤد نے گناہ کیا اور اپنے گناہ کی معافی چاہی۔ چنانچہ سورہ ص کی ۲۳ اور ۲۴ ویں

آیت میں مرقوم ہے وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهُ اور داؤد نے معلوم کیا کہ ہم نے اسکو آزمایا اور اس نے اپنے رب سے مغفرت مانگی اور گر کر سجدہ کیا اور توبہ کی پس ہم نے اسکو معاف کر دیا۔

حضرت محمد کو بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے قرآن میں بار بار حکم آیا ہے۔ چنانچہ سورہ محمد کی ۲۱ویں آیت میں یوں مرقوم ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اے محمد اپنے گناہوں کے لئے مغفرت مانگ اور مومن مردوزن کے لئے بھی دعائے مغفرت کر پھر سورہ فتح کی پہلی اور دوسری آیات میں یوں لکھا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (تاکہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے) پھر سورہ احزاب کی ۳۷ویں آیت میں حضرت محمد وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ (اور اے محمد تو اپنے دل میں چھپاتا تھا وہ بات جس کو خدا ظاہر کرنا چاہتا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ تجھے خدا سے زیادہ ڈرنا چاہیے تھا)۔

ہم دکھا چکے ہیں کہ از روئے قرآن آدم، موسیٰ، داؤد اور حضرت محمد سب کے سب گنہگار تھے اور مزید تحقیقات سے معلوم ہوگا کہ اُنہوں نے منصب، رسالت پر مامور ہونے کے بعد گناہ کئے لیکن یہ ایک حیرت افزا حقیقت ہے کہ بائبل یا قرآن میں کہیں بھی عیسیٰ "کلمتہ اللہ" کا کوئی گناہ مذکورہ نہیں اس لحاظ سے بھی تمام انبیاء پر عیسیٰ کی فضیلت صاف نظر آتی ہے احادیث کی شہادت بھی ایسی ہی ہے۔ کیونکہ اگرچہ ان میں بار بار مذکور ہے کہ حضرت محمد اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا تھا تو بھی بے گناہ عیسیٰ کے حق میں کہیں ایسے۔۔۔الفاظ نہیں پائے جاتے بلکہ بخلاف اس کے مشکوات اور دیگر کتب احادیث میں جو حدیثیں اس کی پیدائش کے متعلق ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدائش ہی سے معصوم اور بے گناہ رکھا گیا۔ مسیح کی بے عیب پیدائش کے بارہ میں مسلم کی ایک حدیث میں یوں لکھا ہے کہ "سوائے مریم اور اس کے بیٹے کے ہر ایک ابن آدم کو پیدائش کے وقت شیطان چھولیتا ہے" امام غزالی سے ایک حدیث یوں مروی ہے کہ جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تولد ہوا تو شیطان کے تمام کار گزاروں نے آکر شیطان سے کہا کہ صبح کے وقت تمام بت سرنگوں تھے۔ شیطان اس کا سبب بالکل نہ سمجھ سکا جب تک کہ اس نے دنیا میں پھر کر یہ معلوم نہ کرلیا کہ ابھی عیسیٰ پیدا ہوا ہے اور فرشتگان اس کے گرد اس کی پیدائش پر خوشیاں منا رہے ہیں پس اس نے واپس آکر اپنے شیاطین کو بتایا کہ کل ایک نبی پیدا ہوا تھا۔ اس سے پیشتر ہر ایک انسان پر میں حاضر ہوتا تھا لیکن اس کی پیدائش کے موقعہ میں حاضر نہ تھا"۔

مسیح کی بیگناہی پر قرآن اور احادیث کی شہادت انجیل شریف سے بالکل مطابقت رکھتی ہے کیونکہ انجیل اس سے بھی صاف الفاظ میں " مسیح کو معصوم اور بے گناہ کرتی ہے چنانچہ مرقوم ہے "اس میں گناہ نہ تھا" (۱یوحنا۳: ۵)۔ اس نے بالکل کوئی گناہ نہ کیا" (پطرس)۔ مسیح نے خود اپنے چلن کی پاکیزگی پر زور دے کر اپنے دشمنوں سے کہا کہ "تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کرتا ہے؟" (یوحنا۸: ۴۶)۔

اس مضمون کی مزید تحقیقات کی اشد ضرورت پر ہم بہت کچھ کہہ چکے ہیں اور ناظرین سے التماس ہے کہ آپ ایک ایسے نتیجہ پر پہنچنے کی حتی المقدر پوری کوشش کریں جس سے اس زندگی میں آپ کو دلی اطمینان اور آئندہ زندگی کے بارہ میں کامل امید حاصل ہو۔ اگر آپ مسلمان ہیں تو ضرور آپ شفاعت کنندہ کی ضرورت کو سمجھتے ہیں اور غالباً آپ خیال کرتے ہیں کہ حضرت محمد آپ کی شفات کر کے آپ کے گناہوں کو گناہوں کی سزا سے بچالیں گے لیکن عزیز من کیا گنہگار دوسرے گنہگار کی شفاعت کر سکتا ہے؟ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا پس اس حالت میں کیا اس پر بھروسہ کرنا عقلمندی نہیں ہے جس کو بائبل اور قرآن واحادیث کامل طور پر بے گناہ قرار دیتے ہیں؟ پھر ہم یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ شفاعت کی ابھی ضرورت ہے عیسیٰ چونکہ آسمان پر زندہ ہے اس لئے وہ شفاعت کر سکتا ہے۔ اور چونکہ وہ بیگناہ ہے اس لئے وہ شفاعت کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

آٹھواں باب

مسیح معجز کار

ختم کرنے سے پہلے ایک امر توجہ طلب معلوم ہوتا ہے یہ امر وہ اعلیٰ رتبہ ہے جو قرآن نے بلحاظ معجزاتِ عیسیٰ کو دیا ہے قرآن کے کئی مقامات پر عیسیٰ کے معجزات مذکور ہیں۔ چنانچہ سورہ مائدہ کی ۱۰۹ ویں اور ۱۱۰ ویں آیت میں مرقوم ہے " إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَى وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الأَكْمَهَ وَالأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوتَى بِإِذْنِي (جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد دی میں نے روح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور ادھیڑ عمر میں اور سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پختہ باتیں اور تورات اور انجیل اور جب تو مٹی سے جانور کی صورت بناتا تھا میرے حکم سے اور پھر اس میں دم پھونکتا تھا پس وہ میرے حکم سے جانور ہو جاتا تھا اور مادہ زاد اندھے کو چنگا کرتا تھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے (شفا دیتا تھا) اور جب مردے کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا[1]۔

قرآن کی مندرجہ بالا آیات میں عیسیٰ مسیح کے معجزات کا بیان از بس حیرت افزا ہے۔ کیونکہ ان میں نہ صرف یہی لکھا ہے کہ وہ طرح طرح کی بیماریوں کو دور کرتا اور مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ بلکہ یہ بھی صاف لکھا ہے کہ اس نے ایک پرندہ خلق کیا ابائبل اور قرآن میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ کسی

---

[1] قبر سے نکال کھڑا کرتا تھا۔

اور نبی نے خلق کرنے کے کام میں حصہ لیا۔ اگرچہ دونوں کتابوں میں بہت سے نبیوں کے طرح طرح کے معجزات بیان کئے گئے ہیں عیسیٰ کے اس معجزہ کے بیان میں قرآن لفظ " خلق " استعمال کرتا ہے جو کہ خدا کے دنیا کو پیدا کرنے کے بیان میں استعمال کیا گیا ہے کہ قرآن کے ہر ایک صاحب فہم پڑھنے والے کو یہ پڑھ کر حیرت ہونی چاہیے کیونکہ اس بیان سے تمام انبیاء پر عیسیٰ کی لاانتہا فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

شائد کوئی یہ کہے کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیات میں صرف یہ لکھا ہے کہ عیسیٰ نے خدا کے حکم سے ایک پرندہ خلق کیا پس خلق کرنے کی طاقت مسیح کی اپنی طاقت نہ تھی۔ بالفرض اگر ہم اس بات کو یونہی مان بھی لیں تو تو بھی یہ بات بالکل سچ ہے کہ کسی اور نبی کے حق میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے گئے عیسیٰ کی بزرگی و برتری اور سب انبیاء پر فضیلت بدستور قائم رہتی ہے علاوہ بریں ایک طرح سے قرآن کی یہ شہادت انجیل سے مطابقت رکھتی ہے۔ انجیل میں مرقوم ہے کہ عیسیٰ سب کچھ خدا کی مرضی کے موافق کرتا ہے چنانچہ عیسیٰ نے خود کہا " میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باپ نے مجھے سکھایا " اسی طرح یہ باتیں کہتا ہوں "(یوحنا ۸: ۲۸) ساتھ ہی انجیل ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ عیسیٰ اپنے آپ میں معجزات کی طاقت رکھتا تھا۔ لہذا وہ تمام دیگر انبیاء سے نرالا اور اعلیٰ و بالا ہے وہ فرماتا ہے " میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اسے پھر لے لوں۔ کوئی اسے مجھ سے چھینتا نہیں بلکہ میں اسے آپ دیتا ہوں مجھے اس کے دینے کا بھی اختیار ہے اور اس کے پھر لینے کا بھی اختیار ہے "(یوحنا ۱۰: ۱۷ تا ۱۸)۔

انجیل شریف میں عیسیٰ کے اور بھی بہت سے معجزے مندرج ہیں مثلاً بیماروں کو چنگا کرنا۔ پانی پر چلنا اور مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ اور ان سے ان کے عمل میں لانے کا مقصد بھی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عیسیٰ خود فرماتے ہیں کہ اس کے معجزات کا ایک خاص مقصد یہ تھا کہ وہ اس کے منجانب اللہ ہونے پر مہر ہوں۔ ایک موقعہ پر وہ اپنے معجزات کی طرف اشارہ کر کے لوگوں سے کہتا ہے کہ " جو کام باپ نے مجھے پورے کرنے کو دیئے یعنی یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ میرے گواہ ہیں "۔ (یوحنا ۵: ۳۶)۔ حضرت محمد نے بھی اسی بھاری حقیقت کی تعلیم دی۔ چنانچہ علم کی ایک حدیث میں جس کا راوی ابوہریرہ ہے لکھا ہے کہ حضرت محمد نے کہا " **ما من الا بنیا و الا اعطی من الایات ما مثله امن علیه** " ہر ایک نبی کو معجزے دیئے گئے ہیں تاکہ لوگ اس پر ایمان لائیں) اسلامی فقہ کی کتابوں میں بھی یہی سچائی سکھائی جاتی ہے چنانچہ امام غزالی صاف کہتا ہے۔ کہ نبی کی رسالت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ معجزے دکھا سکتا ہو۔ یعرف صدق النبی بالمعجزہ "۔

عقل اس بات پر شہادت دیتی ہے کہ نئے عہد نامہ کے لئے جو نیا الہام یا نئی شریعت لے کر آتا ہے کہ ایسے شواہد کی ضرورت ہے اور اگر عیسیٰ مسیح ایسے نشان اور ثبوت نہ دکھاتا تو لوگ طبعاً اُس کی رسالت پر شک لاتے۔ اسی طرح سے جب موسیٰ کو تورات ملی تو اس نے بھی بہت سے معجزے دکھائے تاکہ اس کی رسالت پر بین دلیل ہوں ان میں سے بعض قرآن میں مندرج ہیں۔ بیشک بعض نبیوں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا مثلاً یوحنا بپتسمہ دینے والا لیکن اس کا سبب صاف یہ ہے کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا موسیٰ اور مسیح کی طرح کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ وہ صرف مسیح کا پیشرو اور راہ درست کرنے والا تھا۔ چنانچہ جب یہودیوں نے یوحنا سے پوچھا تو کون ہے تو اس کا جواب انجیل میں یوں مرقوم ہے " میں تو مسیح نہیں ہوں۔۔۔۔۔ میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔۔۔۔ تمہارے درمیان ایک ایسا شخص کھڑا ہے۔ جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا

تسمہ بھی میں کھولنے کے لائق نہیں ہوں۔۔۔۔دیکھو خدا کا برہ جو جہان کا گناہ اٹھالے جاتا ہے "(یوحنا ۱: ۲۰۔۳۰)۔یوحنا کوئی نئ شریعت نہیں لایا تھا۔ لہذا کو اس معجزات کی شہادت کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن مسیح نے آکر انجیل سنائی اور بہت سے حیرت خیز معجزے دکھائے تاکہ لوگ اس پر ایمان لائیں" انہی کاموں کی خاطر"۔

اس امر پر سوچنے سے ایک اور قابل غور بات پیش آتی ہے کہ اگر حضرت محمد خدا کی طرف سے نئی شریعت اور نئے الہام کے ساتھ آئے اور جس سے بعض مسلمانوں کے خیال کے مطابق سابقہ الہام اور شریعت کی تنسیخ ہوگئی تو از حد ضروری تھا کہ معجزے دکھاتے تاکہ ان کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ملتا۔ بیشک احادیث میں تو بہت سے معجزے مندرج ہیں لیکن یہ حدیثیں حضرت محمد کی موت سے بہت عرصہ بعد کی لکھی ہوئی ہیں اور باہم متضاد اور غیر معتبر ہیں۔ حضرت محمد نے یوں کہا تھا کہ جب کبھی تم میرے حق میں کچھ نہ سنو۔ تو اس کتاب کو دیکھو جو میں تمہارے ساتھ چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر جو کچھ تم نے میرے کرنے یا کہنے کی نسبت سنا ہے۔اس میں مذکور ہوا اور اس کے مطابق ہو تو سچ ورنہ وہ بات جو میرے کرنے یا کہنے کی نسبت بیان کی گئی ہے۔ جھوٹ ہے میں اس سے بری ہوں نہ میں نے کبھی اسے کہا اور نہ کیا۔اب مناسب ہے کہ حضرت محمد کے اس فرمان کے مطابق قرآن دیکھیں کہ آیا وہ حضرت محمد کے معجزات پر شہادت دیتا ہے یا نہیں۔ قرآن کی شہادت بالکل صاف اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد نے ہمیشہ معجزہ دکھانے سے انکار اور اپنے عجز کا اقرار کیا۔ قرآن میں اس عجز وانکار کے ثبوت میں بہت سی آیات مندرج ہیں لیکن ہم صرف دو تین سے اس امر کی تشریح کرینگے کہ اس سے نہ صرف یہی بات پورے طور سے ثابت ہوگی کہ معجزات کے لحاظ سے حضرت محمد مسیح سے از حد کمتر ہیں بلکہ ان کا مرسل من اللہ ہونے اور نیا الہام وآخری شریعت لانے کا دعویٰ بھی از بس مشکوک ٹھہرے گی۔ قرآن سے تھوڑی سی واقفیت یہ بتادے گی کہ عربوں نے بار بار حضرت محمد سے اُن کی نبوت کے ثبوت میں معجزہ طلب کیا لیکن آپ کا جواب ہمیشہ یہی تھا کہ میں محض ایک واعظ ہوں اور تمہاری خواہش کے موافق معجزہ دکھانے کی قدرت نہیں رکھتا چنانچہ سورہ رعد کی آٹھویں آیت میں مرقوم ہے " وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ (کافر کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کوئی نشان اس کے پاس کیوں نہیں بھیجا گیا؟ تو تو محض ایک واعظ ہے۔ پھر سورہ عنکبوت کی ۵۰ ویں آیت میں یوں لکھا ہے وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (انہوں نے کہا اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان اس کے پاس کیوں نہیں بھیجا گیا؟ تو کہہ نشان صرف اللہ کے پاس ہیں اور میں محض ایک صاف گو واعظ ہوں)۔ پھر سورہ بنی اسرائیل میں اور بھی صاف صاف بتلایا گیا ہے کہ حضرت محمد نے معجزات کیوں نہ دکھائے۔ چنانچہ ۶۱ ویں آیت میں مرقوم ہے وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَن كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ (کسی چیز نے ہم کو اس سے نہیں روکا کہ تجھ کو نشانوں کے ساتھ بھیجتے سوائے اس کے کہ پہلی قوموں نے ان کو جھٹلایا)۔

ان آیات سے بالکل اظہر من الشمس ہے کہ حضرت محمد نے معجزہ دکھانے سے صاف انکار کیا اور اپنے عجز کا اقرار کیا۔ آپ نے ہمیشہ یہ فرمایا کہ قرآن ہی ایک کافی معجزہ ہے چنانچہ سورہ عنکبوت کی ۵۰ ویں آیت میں مرقوم ہے کہ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ (کیا ان کو یہ کفایت نہیں کہ کرتا کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی ہے؟) قرآن کے بڑے بڑے مفسرین مثلاً امام رازی اور بیضاوی وغیرہ صاف مانتے ہیں کہ قرآن سے حضرت محمد کے معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں بیضاوی یوں لکھتا ہے "مطلب یہ ہے کہ قریش کی درخواست کے موافق ہم نے اس لئے تجھ کو معجزات کے ساتھ نہیں بھیجا کہ پہلی اقوام یعنی عاد ثمود نے اُن کو جھٹلایا ویسے ہی اہل مکہ بھی جھٹلائیں گے اور ہماری سنت کے مطابق برباد کئے جائیں گے پس جب ہم نے دیکھا کہ ان میں بعض ایمان والے یا ایمان کا بیج رکھنے والے ہیں تو ہم نے ان کو ہلاک کرنا نہ چاہا" کیا بیضاوی حضرت محمد کے بغیر معجزات آنے کا صاف طور سے ازروئے قرآن یہ سبب نہیں بتاتا کہ خدا جانتا تھا کہ اگر معجزات بھیجے بھی تو اہل مکہ ان کو جھٹلائیں گے اور نتیجہ "ہلاک ہونگے لہذا اس نے رحم فرما کر حضرت محمد کو معجزات سے خالی بھیجا؟ حسین بھی اپنی مشہور تفسیر میں یہ بات لکھتا ہے کہ "خدا کہتا ہے کہ پہلے زمانے کے لوگوں نے معجزات طلب کئے۔ اگر حضرت محمد صاحبِ معجزات کے ساتھ آتے تو اہل مکہ بھی عاد و ثمود کی طرح معجزات کو جھٹلاتے اور ہلاک ہو جاتے۔ پتھر سے اونٹنی نکالی اور دیگر اقوام کے لئے بھی طرح طرح کے معجزے کئے گئے۔ لیکن اُنہوں نے اُن کو جھٹلایا اور نتیجۃً ہلاک ہو گئے۔ اب اگر ان لوگوں کو بھی جیسا کہ طلب کرتے ہیں معجزے دکھاؤں تو ہر گز مطمئن نہ ہوں گے اور ایمان نہیں لائیں گے اور سزا کے طور پر ان کو بھی ہلاک کروں گا۔ لیکن میں نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ ان کو ہلاک نہیں کروں گا کیونکہ ان کی اولاد سے بہت سے نیک اور راستباز لوگ پیدا ہونگے"۔ امام رازی کہتا ہے کہ خدا نے اپنے انبیاء کو ایسے معجزات کے ساتھ بھیجا جو وقت اور حالت کے لحاظ سے ان لوگوں کے لئے مناسب تھے جن کے پاس نبی بھیجے گئے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کے ایام میں جادو گری کا بہت زور تھا لہذا اس کو اسی قسم کے مناسب حال معجزے دئے گئے حضرت عیسیٰ کے وقت میں سائنس اور ادویات میں لوگ بہت ترقی کر رہے تھے لہذا حضرت عیسیٰ بیماروں کو شفا بخشنے اور مردوں کو زندہ کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اسی طرح چونکہ حضرت محمد کے ایام میں انشاپردازی کو بڑا زور تھا اُن کو فصاحت قرآن بطور معجزہ عطا کی گئی۔ امام صاحب کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بھی نہایت صفائی سے مانتا ہے کہ حضرت محمد نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ قرآن ہی کافی معجزہ تھا۔

اس موقعہ پر ایک نئے مفسر کے خیالات کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ ہندوستان کے مسلمان اکثر ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور سلطان روم سے وہ کئی خطاب بھی حاصل کر چکے ہیں یہ حال کے مفسر لورپول قولیم صاحب ہیں۔

اب ہم دیکھیں کہ مسٹر قولیم حضرت محمد کی معجزہ دکھانے کی قدرت پر کیا کہتے ہیں ہم لورپول ہی کے الفاظ کو دیکھیں گے وہ اپنی کتاب "فیتھ آو اسلام" کے بیالیسویں صحفہ پر لکھتے ہیں "حضرت محمد کے دشمنوں نے اس کے جواب میں ان کی نبوت کے ثبوت میں معجزہ طلب کیا۔ لیکن اُنہوں نے معجزہ دکھانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں سچائی پھیلانے کے لئے آیا ہوں نہ کہ معجزے دکھانے کے لئے۔۔۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ حضرت محمد

۔۔۔۔نے اپنے منجانب اللہ یا اپنی تعلیم کو منوانے اور انبیاء اللہ میں سے ہونے کے ثبوت میں کبھی کوئی معجزہ دکھایا بلکہ بخلاف اس کے عقل وفصاحت پر کامل بھروسہ کیا"۔

پس جب قرآن کی تعلیم اور اس پر بڑے بڑے مسلمان مفسرین کی شہادت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت محمد نے کوئی معجزہ نہیں کیا توہر ایک ذی ہوش اور ذی فہم آدمی معجزات مندرجہ احادیث کو رد کرے گا کیونکہ وہ محض مصنوعی حکایات اور خلاف واقعہ ٹھہرتے ہیں اس صورت میں صرف قرآن باقی رہتا ہے۔

کئی طرح سے یہ امر روشن ہے کہ قرآن معجزہ تصور نہیں ہو سکتا جب قرآن ہمارے پاس موجود ہے تواس کے معجزہ نہ ہونے کو دلائل سے ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ قرآن میں لکھاہے کہ عربوں نے بار بار حضرت محمد سے معجزہ طلب کیا۔ کیا اسی سے یہ بات صاف ثابت نہیں ہوتی کہ ان کی نظر میں قرآن معجزہ نہ تھا؟ فی الحقیقت قرآن کی عبارت اور عرب کے شعرا اور دیگر مصنفین کی تصانیف میں بہت ہی کم فرق تھا۔ مثلاً امرءالقیس، متنبیٰ اور حریری وغیرہ کی تصانیف ایسی ہیں بہت سے مسلمان خیال کرتے ہیں کہ طرز بیان اور فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے قرآن کے ہم پایہ تصانیف ہو سکتی ہیں اور قرآن کی فصاحت بمنزلہ معجزہ نہیں مانی جاسکتی۔ چنانچہ فرقہ معتزلہ کے مسلمان کہتے ہیں "ان الناس قادرون علی مثل ھذالقرآن فصاحتہ ونظماً بلاغتہ (فصاحت وبلاغت اور نظم کے لحاظ سے قرآن کی ہمپایہ کتاب تصنیف کرنے پر انسان قادر ہے) پھر شہرستانی اپنی کتاب درباره مجدد میں لکھتاہے "ابطالتہ اعجاز القرآن من جہت الفاصحتہ والابلاغتہ (وہ فصاحت وبلاغت کی بنا پر قرآن کو معجزہ قرار دینے کے خیال کو باطل سمجھتا تھا)۔

کتاب المواقف میں مرقوم ہے کہ حضرت محمد کے بعض اصحاب کو قرآن کی بعض آیات کے حصہ قرآن ہونے پر شک تھا مثلاً ابن مسعود کہتا تھا کہ "سورہ فاتحہ قرآن میں نہیں ہے لیکن اگر قرآن کی فصاحت وبلاغت اس درجہ کی ہوتی کہ اس کا مقابلہ نہ ہو سکتا اور معجزہ قرار دی جاسکتی تواس کے بارہ میں اس طرح کے مختلف خیالات نہ پائے جاتے۔ قرآن کے بعض حصوں کے بارہ میں اس قسم کے مختلف خیالات کا پایا جاناہی اس حقیقت کا کافی ثبوت ہے کہ حضرت محمد کے زمانہ میں قرآن کی ہمپایہ تصانیف عربی زبان میں موجود تھیں۔

قرآن کو جمع کرنے کے وقت جن مشکلات کا سامنا ہوا ان سے بھی نہایت صاف طور سے مذکورہ بالا نتیجہ حاصل ہوتاہے کتاب المواقف میں لکھا ہے کہ جب قرآن کی آیات جمع کی جارہی تھیں اگر جمع کرنے والوں کے پاس کوئی ایسی آیت لاتا جس سے وہ واقف نہ تھے تو بڑی تحقیقات کے بعد (کہ کب اور کیسے موقعہ پر نازل ہوئی)۔ قرآن میں دخل کی جاتی تھی۔ پس اس سے بھی ہر ایک صاحب ہوش بخوشی سمجھ سکتاہے کہ اگر آیات قرآن کی فصاحت وبلاغت معجزہ ہوتی تواس قسم کی رب تحقیقات بالکل فضول اور بے فائدہ تھی۔ قرآن کی ہر ایک آیت اپنی فصاحت وبلاغت کی خوبی سے فوراً پہچانی جاتی ہے۔

بالفرض اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ عربی زبان میں قرآن فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے لاثانی کتاب ہے تواس سے بھی قرآن معجزہ نہیں ٹھہرتا یہ محض خیالی پلاؤ ہے اور بس کیونکہ نازک خیالی اور فصاحت کا بسا اوقات معمولی خاکسار اور عاجز لوگوں میں بھی جلوہ دیکھا گیاہے۔ معجزہ اور ہی شے ہے۔

معجزہ ہماری محدود عقل اور ہمارے محدود حواس کے لئے معمولی قانونِ قدرت سے اعلیٰ و بالا ہے لیکن کوئی کتاب خواہ وہ کیسی ہی فصاحت وبلاغت سے پُر ہو معجزہ نہیں مانی جاسکتی ہندوستان میں کالی داس اپنے طرز کالاثانی مصنف ہے کیا ہمارے مسلمان بھائی کالیداس کافر کی تصانیف کو الہامی مانیں گے۔

یہ واقعی بڑے تعجب کی بات ہے کہ جس نے آخر النبیین ہونے کا دعویٰ کیا اور جس کی شریعت نے تمام پہلے شرائع کو منسوخ کردیا وہ کوئی معجزہ نہ دکھاسکا۔ بلکہ اس نے اپنے عجز کا صاف اقرار کیا اس سے نہایت صفائی اور صراحت کے ساتھ اس کتاب کا یہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ خود قرآن کی شہادت سے عیسیٰ مسیح تمام دیگر انبیاء سے بزرگ و برتر ہے منصف مزاج پڑھنے والے کو چاہیے کہ نہایت دانائی اور سرگرمی سے ان حقیقتوں کا باہم موازانہ کرے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد وتابع کرے جس کا نام سب ناموں سے بلند ہے۔

عیسیٰ مسیح ابن مریم کی فضیلت اور بزرگی و برتری کے ثبوت میں اور بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن اب ہم صرف ایک ہی اقتباس پر قناعت کرتے ہیں۔

حضرت محمد کی احادیث میں جو مسلمانوں ہی نے جمع کی ہیں عیسیٰ مسیح کے حق میں یوں مرقوم ہے "لیکوشکن ان ینزل فیکمہ ابن مریمہ علیہ الصلواتہ والسلام حکماً مقسطاً (بیشک ابن مریم علیہ الصلواتہ والسلام راستکار مصنف کی حیثیت میں تمہارے درمیان نازل ہوگا) ہم نے بائبل اور قرآن کو شروع سے آخر تک پڑھا ہے اور حضرت محمد کو بہت سی احادیث کو بھی پڑھا ہے لیکن سیدنا عیسیٰ کے سوا کسی اور کے حق میں ایسے الفاظ کہیں نہیں دیکھے حضرت محمد کے ان الفاظ کی انجیل شریف سے بہت اچھی طرح سے تائید و تصدیق ہوتی ہے چنانچہ لکھا ہے "جب ابن آدم (عیسیٰ) اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے۔ تو اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا جیسا گلہ بان بھتیروں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے اور بھیڑوں کو اپنے دہنے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کرے گا" (متی ۲۵: ۳۱۔۳۳)۔

جس شخص کو انجیل شریف اور حضرت محمد دونوں تمام بنی آدم کا منصف قرار دیتے ہیں اس میں پناہ گزیں ہونا ہمارے لئے یقیناً بڑی دانائی کی بات ہوگی۔

اب ہم بخوبی ثابت کرچکے ہیں کہ بائبل کی طرح قرآن بھی عیسیٰ مسیح کو تمام دیگر انبیاء سے بزرگ و برتر قرار دیتا ہے اور اس کو ایسے القاب سے ملقب کرتا ہے جن کا کوئی دوسرا شخص دعویدار نہیں ہے۔ مسیح کے خاندان یعنی بنی اسرائیل سے تمام اقوام کے لئے برکت کا وعدہ ہے۔ مسیح کی ماں ہی ایک ایسی خاتون تھی جس کو خدا نے تمام خاتونِ جہاں پر ترجیح اور فضیلت دی اور صرف اسکو اور اس کے بیٹے کو تمام مخلوقات کے لئے نشان مقرر کیا۔ صرف مسیح کے حق میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ معجزانہ طور سے پیدا ہوا کیونکہ وہ کلمتہ اللہ تھا جو کنواری مریم میں مجسم ہوا۔ مسلمان سوائے عیسیٰ کے کسی اور کو روح اللہ کے معزز لقب سے ملقب نہیں کرتے اور قرآن کسی دوسرے کو المسیح کے لقب سے ممتاز نہیں کرتا۔ صرف سیدنا عیسیٰ ہی قرآن اور احادیث میں کامل طور پر بے گناہ بیان کیا گیا ہے سوائے اس کے کسی دوسرے کو قرآن ہر دو جہان میں صاحبِ عزت قرار نہیں دیتا۔ تواریخ اسلام میں عیسیٰ مسیح کے معجزات بے نظیر ہیں اور حضرت محمد نے بھی اسکے سوائے کسی دوسرے کو بنی آدم کے منصف کے لقب سے یاد نہیں کیا۔

قرآن مسیح کی بزرگی اور برتری کی خوب جھلک دکھاتا ہے لیکن اسکے الہٰی کمال وجلال کو ظاہر نہیں کرتا۔ دروازہ تک لے جاتا ہے لیکن کھول کر داخل نہیں ہوتا۔ اشتیاق کی آگ تو دل میں مشتعل کرتا ہے لیکن مطلوب تک پہنچا کر دلی آرام نہیں دیتا۔ اب اے مسلمان برادران پڑھنے والو کیا اس بڑے اہم مسئلہ کو جس پر آپ کے ابدی منفع ونقصان کا انحصار ہے بے حل کئے ہی چھوڑ دوگے ؟ خدا نہ کرے کہ آپ سے ایسا ہو بلکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تورات اور انجیل کو دیکھیں جن میں سیدنا مسیح اپنے جلال کے کمال کے ساتھ خدا کے "اکلوتے بیٹے" کی صورت میں نظر آتا ہے۔ کیا دیندار مسلمان ہر روز یہ دعا نہیں کرتا کہ " اهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنعَمتَ عَلَيهِمْ غَيرِ المَغضُوبِ عَلَيهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ (ہدایت کر ہم کو سیدھی راہ کی۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تونے انعام کیا نہ ان کی جن پر تو غضبناک ہوا اور نہ گمراہوں کی ؟ وہ کون ہیں جن پر خدا نے انعام کیا؟ کیا زمانہ قدیم کے انبیاء مثلاً ابراہیم، موسیٰ اور داؤد وغیرہ نہیں ہیں؟ یہ بزرگ ایمان کی آنکھ سے مسیح موعود کی آمد کا انتظار کرتے تھے اور بنی آدم کی امید کا دارومدار اسی میں دیکھتے تھے چنانچہ لکھا ہے کہ یہ سب ایمان کی حالت میں مرے اور وعدہ کی ہوئی چیزیں نہ پائیں مگر دور ہی سے اُنہیں دیکھ کر خوش ہوئے اور اقرار کیا کہ ہم زمین پر پردیسی اور مسافر ہیں" پس ہم کو تورات وزبور اور دیگر صحف انبیاء کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کیونکہ وہیں ہم کو ایمان کی راہ ملیگی جس پر یہ بزرگ چلتے تھے اور وہیں ہم اسکو پائینگے جس کا وہ ذکر کرتے تھے علاوہ بریں جس مسیح کو قرآن ایسا عالیشان بیان کرتا ہے اس کا پورا مکاشفہ انجیل شریف میں ہے پس انجیل کی تلاوت بھی ہم پر فرض ہے کیونکہ اسی طرح سے پیشینگوئیوں کے کامل کنندہ اور راہ حیات کو پالینگے ہم خود مسیح کے سنجیدہ الفاظ کو کبھی نہ بھولیں وہ انجیل شریف میں فرماتا ہے کہ "راہ، حق اور زندگی میں ہوں کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ (خدا) کے پاس نہیں آتا" (یوحنا ۱۴: ۶)۔

تمام شد